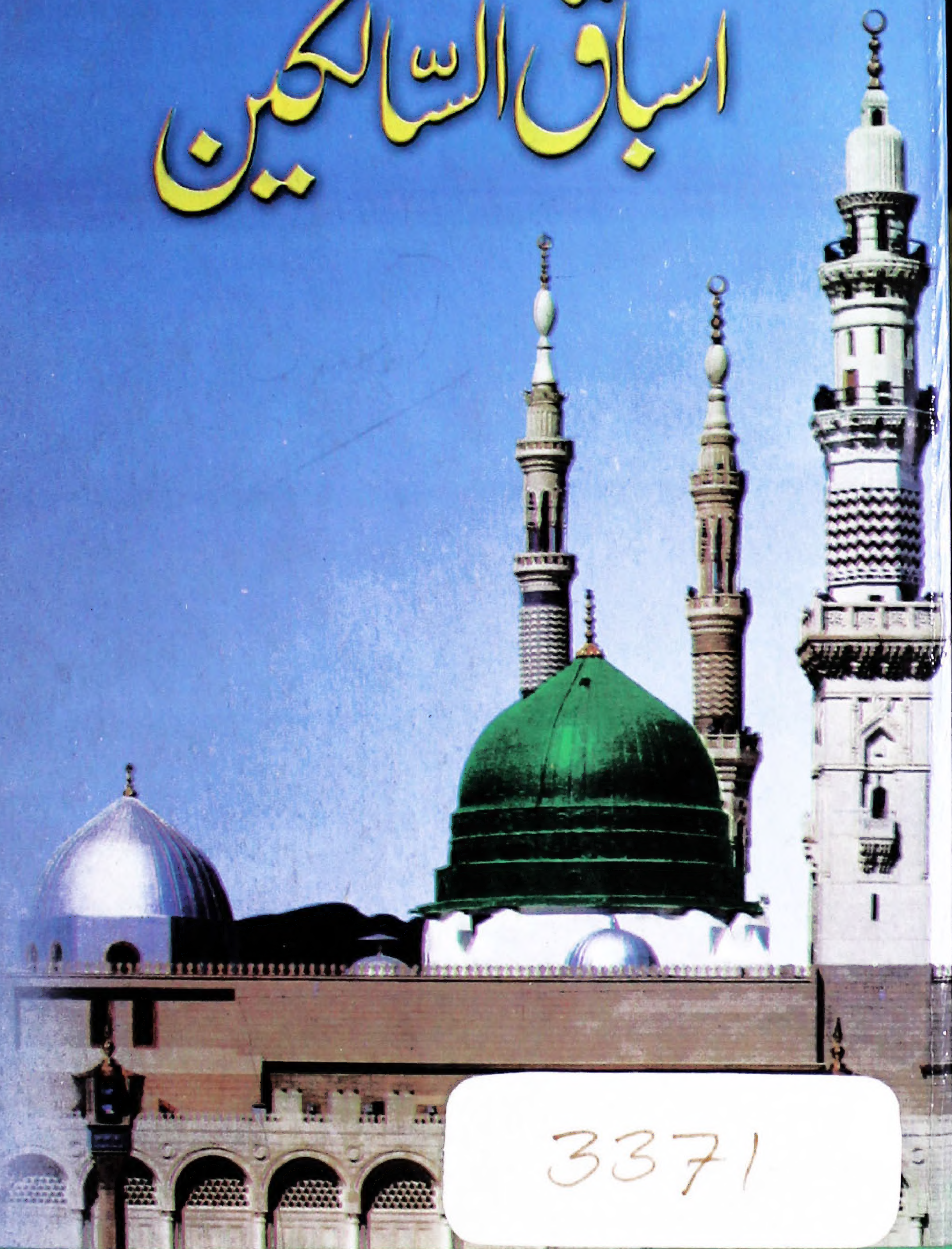
اسباق السالکین



تالیف: حضرت مرزا محمد امجد بیگ دامت برکاتہ، نقشبندی مجددی فضلی

خلیفہ مجاز حضرت خواجہ حافظ اللہ بچایاؒ نقشبندی مجددی فضلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو مہربان اور نہایت رحم والا ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَسْبَاقُ السَّالِکِیْن

(یعنی)

بیانات اشغال خانوادہ نقشبندیہ مجددیہ

سالکین سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی رہنمائی

(کے لئے)

رہنما اصولوں پر مبنی ایک مختصر مگر جامع اور مستند تحریر

تالیف: حضرت مرزا محمد امجد بیگ دامت برکاتہٗ نقشبندی مجددی فضلی
خلیفہ مجاز حضرت خواجہ حافظ اللہ بچایاؒ نقشبندی مجددی فضلی
مکان نمبر 1187، گلی نمبر 87، بنگالی محلہ صدر بازار ۔ لاہور چھاؤنی

طبع	:	اول
تعداد طباعت	:	۱۰۰۰
مطبع	:	الحجاز پرنٹرز' لاہور
ہدیہ	:	دعائے خیر
باہتمام	:	پروفیسر ثناء اللہ جمیل چشتی نظامی' نقشبندی مجددی فضلی

ملنے کا پتہ : پروفیسر ثنا اللہ جمیل 8/3 جبیب اللہ روڈ آف ڈیوس روڈ' لاہور

فون:6305358

انتساب

مولف اس مختصر سی تالیفی کاوش کو سالکین منتسب[۱] کی خدمت میں

اس دعا کے ساتھ بکمال ادب و عجز نذر کرتا ہے۔

''اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آپ

سب کو منزل مراد تک پہنچائے۔'' آمین

---

۱ اہل نسبت

بانی ادارہ علمی کتاب خانہ

جناب حاجی سردار محمد صاحب

اور

ان کے تمام وابستگان

کے

ایصال ثواب کے لئے

فہرسِ مشمولات

حرفِ آغاز

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج کا انسان سائنسی علوم کی ترقی کے باوجود ذہنی اور روحانی ناآسودگی کا شکار ہے۔ انسان نے سائنسی ترقی کے ذریعے مادی ضروریات کو پورا کرنے اور تن آسانی کے وسائل مہیا کرنے میں قابل ذکر ترقی کی ہے لیکن افسوس انسان مادی اعتبار سے جس قدر ترقی کرتا چلا جا رہا ہے اسی قدر ذہنی اور فکری انتشار کا شکار ہوتا جا رہا ہے۔

اکیسویں صدی کے آغاز تک انسان چاند کی تسخیر کر چکا ہے انفارمیشن ٹیکنالوجی کے ذریعے زمین کے فاصلے سمیٹ کر اسے گلوبل ولیج کی شکل دے چکا ہے۔ مادی عروج و ترقی اس قدر کہ خلا میں قدم جما کر کائنات کے سربستہ رازوں تک رسائی چاہتا ہے لیکن انسانیت اور اخلاق و کردار کی پستی کا یہ عالم کہ شاید پاتال سے بھی نیچے گر چکا ہے۔ آٹھ سو سال قبل شیخ سعدی شیرازی نے ستاروں پر کمند ڈالنے والے انسان کو خطاب کر کے یہی استفسار کیا تھا۔

تو کار زمین رانکو ساختی　　　　که با آسماں نیز پرداختی

(ترجمہ: اے انسان تو نے زمین کے تمام کام درست کر لئے ہیں جو آسمان کی طرف مائل بہ پرواز ہے)

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان کے اس عروج و پستی کا سبب کیا ہے؟ اس سوال کا جواب ہمیں خالق کائنات قادر مطلق اللہ تبارک وتعالیٰ کے کلام میں اس طرح ملتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيٓ أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ٥ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ أَسْفَلَ سٰفِلِينَ إِلَّا الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ٥

(ترجمہ: ہم نے انسان کو بہترین طریقے پر تخلیق کیا پھر اسے انتہائی پستی کی جانب دھکیل دیا سوائے ان کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کئے۔ ان کے لئے بے حساب اجر ہے۔ (التین ۶-۴)

ان آیات کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ انسان تکوینی اعتبار سے خالق کائنات کا شاہکار ہے۔ قادر مطلق نے اسے فکر و عمل کی تمام صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ اگر وہ اپنے خالق کو پہچان کر بلاشرکت غیرے اس پر ایمان لے آئے اپنی زندگی مالک حقیقی کی منشا کے مطابق ڈھال لے تو فلاح پا لیتا ہے اگر ایمان اور اعمال صالح کی دولت سے بے بہرہ ہو تو مادی وسائل کے باوجود ذلت و پستی اس کا

مقدر بن جاتی ہے اور سکون قلب غارت ہو جاتا ہے۔

دور جدید کا انسان اسی المیے سے دوچار ہے۔ مذہب سے لاتعلقی اللہ تعالیٰ اور اس کے انعام یافتگان سے دوری نے انسان کی روح کو بے چین اور ذہن کو پراگندہ کر دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوب o یاد رکھو اللہ کے ذکر سے ہی اطمینان قلب نصیب ہوتا ہے۔

ذکر الٰہی وہ دولت ہے جو انسان کو دنیا و مافیہا سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ یہی وہ دولت ہے جو بوریا نشینوں کو عرش نشین کر دیتی ہے۔ اس دولت کے حصول کیلئے کسی ولئی کامل کی نگاہ درکار ہے۔

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

دورِ حاضر میں ایسے مردِ مومن کی تلاش اگرچہ ایک دشوار امر ہے لیکن ناممکن نہیں۔ اس دور پر آشوب میں مردانِ حق نظروں سے اوجھل ہو گئے ہیں اکثر و بیشتر بہروپیوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ تاہم یہ دنیا اللہ والوں سے کبھی خالی نہیں ہو سکتی۔ جس دن ذکر اللہ کی تعلیم دینے والے اور اللہ اللہ کا ورد کرنے والے ختم ہو جائیں گے اس دن یہ دنیا بھی ختم ہو جائے گی۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے۔

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُقَالَ فِي الْاَرْضِ اللّٰه اللّٰه

(ترجمہ: قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک زمین پر اللہ اللہ کا ورد کرنے والے موجود ہیں) مسلم شریف۔

لاہور (صدر) کے ایک گمنام کوچے میں ایسا ہی ایک مردِ مومن ذکر اللہ میں محو ہے اور اللہ کے بندوں کو بھی ذکر اللہ کی تعلیم دے رہا ہے۔ اس مردِ مومن کا نام ہے۔ مرزا محمد امجد بیگ نقشبندی مجددی فضلی دامت برکاتہٗ آج سے دو صدیاں قبل حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خانوادے یعنی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ایک عظیم المرتبت شیخ طریقت حضرت فضل علی قریشیؒ نے برصغیر پاک و ہند کے گوشے گوشے کو معرفت الٰہی کی روشنی سے منور کر دیا ان کے بے شمار خلفا نے برصغیر پاک و ہند کے اطراف و جوانب حتیٰ کہ ہندوستان سے باہر بلادِ اسلامیہ تک نقشبندی سلسلے کے اذکار و اشغال کی تعلیم کو پھیلا دیا۔ ان خلفاء کے سرخیل جناب حضرت خواجہ حافظ اللہ بچایاؒ نقشبندی مجددی فضلی ہیں۔ جن کے روحانی فیوض و برکات سے مشرقی و مغربی پنجاب کا گوشہ گوشہ فیضیاب ہوا۔ پھر آپ کے خلفا نے اس سلسلے کو آگے بڑھایا۔ عرفان و آگہی کی ان روحانی شمعوں میں سے روشن ترین شمع حضرت جناب مرزا محمد امجد بیگ دامت برکاتہٗ ہیں آپ گذشتہ نصف صدی سے رشد و ہدایت کی شمع روشن کئے ہوئے ہیں۔ ذکر اللہ کی

لذت سے آ گاہی اور معرفت کی جوت جگانے کے لئے دور ونزدیک سے اللہ کے بندے ان کے آستانے پر حاضری دیتے ہیں۔ ہر جمعۃ المبارک کے دن نماز عصر کے بعد آپ کے آستانے پر ذکر اللہ اور درس قرآن حکیم کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک ۸۲ سال سے تجاوز کر چکی ہے۔ گذشتہ سال فالج کا حملہ بھی ہوا اس کہن سالی اور بوجہ بیماری لاغری کے باوجود آپ بذات خود حلقہ ذکر اور درس قرآن کی مجلس میں بیٹھ کر شرکت فرماتے، طالبان حق کو ذکر اللہ کی تعلیم دیتے اور سلوک کی منازل طے کراتے ہیں۔ ان کے فیض یافتہ سالکین کی ایک بڑی تعداد اس کام کو آگے بڑھا رہی ہے انشاء اللہ تعالیٰ ان کے فیض کا یہ سلسلہ ہمیشہ جاری وساری رہے گا (آمین)

حضرت مرزا امجد بیگ دامت برکاتہٗ بحر طریقت کے شناور ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مروجہ دینی علوم سے بھی بہرہ ور ہیں ذکر اللہ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ نے تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ بہت سے رسائل اور کتب تالیف کیں جن میں سے ان کے مرشد جناب حافظ اللہ بچایاؒ کے احوال زندگی پر مشتمل کتاب بعنوان ''خواجہ پنجاب'' شائع ہو چکی ہے۔ زیر نظر کتاب ''اسباق السالکین'' طباعت کے مراحل طے کر کے آپ حضرات کے ہاتھوں میں موجود ہے۔ ان کی دیگر تصانیف کے مسودے فی الحال دستیاب نہیں۔ جلد ہی انہیں تلاش کر کے ان کی اشاعت کا بندوبست بھی کیا جائے گا (بشرط دستیابی) علاوہ ازیں آپ ایک قادر الکلام شاعر بھی ہیں۔ ان کی لاتعداد غزلیں ان کے ارادت مندوں کے پاس موجود ہیں جنہیں جمع کرنے کی سعی جاری ہے۔

زیر نظر کتاب اسباق السالکین نقشبندی سلسلے کے اشغال اور سلوک کے اسباق پر ایک مختصر مگر جامع ومستند تحریر ہے۔ نقشبندی سلسلے کے کم علم صوفیا نے اس کی شکل وصورت بہت حد تک تبدیل کر دی ہے۔ جس کی وجہ سے شدت کے ساتھ ایک ایسی کتاب کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی جس کے ذریعے حضرت مجدد الف ثانیؒ اور ان کے بزرگوں کی تعلیمات کے مطابق نقشبندی مجددی سلسلے کے درست اور مکمل اسباق تک رسائی ممکن ہو۔ حضرت مرزا محمد امجد بیگ دامت برکاتہٗ نے اس کمی کو پورا کرنے کے لئے بذات خود قلم اٹھایا حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات اور دیگر شیوخ کرام کی مستند تحریروں میں سے اسباق تلاش کر کے انہیں یکجا کتابی صورت میں جمع کر دیا ہے۔ کتاب کیا ہے علم وحکمت کا ایک خزانہ ہے۔ جس میں شریعت وطریقت کی حقیقت، ذکر الٰہی کی ضرورت واہمیت، ذکر کے درجات، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے اوراد واذکار، ضرورت شیخ کی اہمیت، شیخ کامل کی پہچان، مرید کی صفات اور آداب شیخ پر بصیرت افروز روشنی ڈالی گئی ہے۔ کتاب کے ہر لفظ سے مؤلف کی محنت، علمی مقام ومرتبے، راہ طریقت سے آگاہی اور ان کے مرتبہ ولایت کا بہت حد تک اندازہ لگایا جا سکتا ہے جب کہ آپ کا اصل مقام ومرتبہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔

یہ کتاب آج سے تقریباً پندرہ سال قبل مکمل ہو چکی تھی حضرت صاحب اپنی تحریروں کے اجزا اپنے ایک ارادت مند جناب محمد انور صاحب کو عنایت فرماتے انور صاحب اس مسودے کی ایک خوش خط نقل تیار کر کے اصل مسودہ حضرت صاحب کو واپس کر دیتے تھے۔ اصل مسودہ اب دستیاب نہیں تاہم جناب انور صاحب کے پاس موجود نسخے پر آپ نے بذات خود نظر ثانی کر کے اطمینان کا اظہار فرمایا ہے۔ ہم جناب محمد انور انجم صاحب کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اس قیمتی مسودے کی پندرہ سال تک حفاظت کی اور اشاعت کے لئے فراہم کیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

اس کتاب کی اشاعت ایک دشوار مرحلہ تھا کیونکہ کوئی کاروباری ادارہ ایسی کسی کتاب کو شائع کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتا جس میں مالی منفعت کا امکان کم ہو۔ ہم علمی کتاب خانہ کے مہتمم اعلیٰ جناب محمد جاوید اقبال صاحب کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جن کی فیاضانہ سرپرستی کی بنا پر یہ کتاب طباعت کے مراحل طے کر کے تصوف و طریقت کی راہ پر گامزن اہل دل کے ہاتھوں تک پہنچ سکی۔ موصوف بھی ادارے کے بانی جناب حاجی سردار محمد صاحب کی طرح نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ (آمین)

کتاب کی پروف ریڈنگ کے سلسلے میں جناب محمد اشرف وصی اور جناب محمد اقبال صاحب کی معاونت کے لئے بھی شکر گزار ہوں یہ دونوں بزرگ بھی حضرت مرزا محمد امجد بیگ دامت برکاتہ کے ارادت مندوں میں شامل ہیں اور سلوک کی اعلیٰ منازل طے کر رہے ہیں۔ آج سے تقریباً ایک سال قبل میں نے اس کتاب کی اشاعت کے اہتمام کا ذمہ لیا تھا الحمد للہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے میری مدد فرمائی اور مجھے اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی سعادت بخشی قارئین کرام سے درخواست ہے کہ مولف کتاب کے حق میں دعائے خیر کرتے وقت مجھ عاجز کو بھی یاد رکھیں۔

پروفیسر ثناء اللہ جمیل
نقشبندی مجددی فضلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

راز و نیاز

شریعت و طریقت

دور رواں میں اگر ہم خالی الذہن ہو کر شریعت و طریقت کی ماہیت و حقیت کو سمجھنے کی کوشش کریں تو ہم اپنی صوابدید کے مطابق بلحاظ انداز فکر دو نوع کے اذہان کو اس طرح مصروف فکر پائیں گے۔

۱۔ مقلد ذہن: مقلد ذہن کا حامل لوگوں کا وہ طبقہ ہے جو کتاب و سنت کے ساتھ آثار صحابہؓ کی تقلید کا بھی مکلف ہے۔ اور وہ اجتہاد کی راہ کو کشادہ سمجھتا ہے۔ ان کے نزدیک شریعت و طریقت ایک ہی راہ کی دو پگڈنڈیاں ہیں اور ان کا باہمی ربط و تعلق ناگزیر ہے۔

۲۔ غیر مقلد ذہن: غیر مقلد ذہن کا حامل لوگوں کا وہ طبقہ ہے جو صرف کتاب و سنت کا مقلد ہے۔ آثار صحابہؓ کی تقلید ان کے نزدیک ایک تکلف غیر ضروری ہے۔ حالانکہ احادیث کے اصل راوی اور اسوہ حسنہ کا عملی شاہکار یہی عظیم ہستیاں ہیں۔ ان کا مؤقف یہ ہے کہ شریعت اور طریقت دو الگ الگ ہیں۔ دو متوازی خطوط کی طرح ان کی مینڈیں آپس میں نہیں ملتیں۔

اکابر دین نے اس بارے میں جو استدلال کیا ہے۔ اس کا اجمال کچھ یوں ہے۔ شریعت و طریقت اور مولویوں اور پیروں کی موجودہ تفریق ہماری آپ کی قائم کی ہوئی ہے۔ اسلام اس کا کب ذمہ دار ہے۔ اسلام تو صادقین، متقین، مومنین، صالحین اور محسنین کی جماعت پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اس میں تو تفریق کا گزر ہی نہیں۔ ہماری برگزیدہ ہستیاں علم و عمل، قول و فعل اور فقہ و فقر دونوں کی جامع تھیں۔ یہ تفریق دوسری سینکڑوں تفریقوں کی طرح ہماری اپنی پیدا کردہ ہے۔ جو ہماری بدبختی اور بداقبالی کی مظہر ہے۔ ہم ہی اس کے ذمہ دار ہیں۔

شریعت و طریقت کے درمیان کوئی تخالف[1] یا تضاد موجود نہیں ہے۔ بلکہ اکابر

---

[1] اختلاف

طریقت کی تصریح کے مطابق کمال شریعت ہی کا نام اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ حضور اکرمؐ کی حیات طیبہ محض خارجی افعال اور اعمال ظاہرہ کے مجموعہ کا نام نہ تھی۔ ان کے جسد خاکی کے اندر نور پاک کا جلوہ تھا۔ اور اس نور کی عکس ریزیاں ہر گھڑی اور ہر ساعت ہوتی رہتی تھیں۔ تمام اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگرچہ ہر حیثیت سے مساوی تھے۔ مگر اپنے اپنے ظرف اور اپنی اپنی نظر کے مطابق ان کا مذاق طبیعت جداگانہ تھا۔ قدرۃً ایک جماعت کی توجہ امور خارجہ پر زیادہ مرکوز رہی۔ اور اس امر کا بڑی تفصیل کے ساتھ مطالعہ ہوتا رہا کہ حضورؐ نے ہاتھ سینے پر باندھے کہ ناف کے نیچے۔ آمین آہستہ فرمائی یا با آواز۔ لیکن ایک دوسری جماعت بھی تھی۔ جس کی نظر ظاہر سے زیادہ باطن پر اور قال سے زیادہ حال پر مبذول رہی۔ یہ وہ خوش نصیب تھے۔ جنہوں نے محض ''فتح مکہ'' کی جلوہ طرازیوں کا تماشا نہیں دیکھا تھا۔ بلکہ ''غار حرا'' کی خلوت آرائیوں کا مزہ بھی چکھا تھا۔ ان کی نظریں فقط یہیں تک محدود نہیں رہیں کہ نماز میں کتنی رکعتیں پڑھی گئیں۔ بلکہ یہاں تک بھی پہنچیں کہ نماز کس دل سے پڑھی اور کس ذوق وشوق سے ادا کی گئی۔ اور قلب کے اندر خشوع اور خضوع کی کیا کیفیتیں جاگزیں رہیں۔ سلسلہ تصوف وطریقت کے سرسلسلہ یہی اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اس نعمت کے حصہ دار کم وبیش تمام اصحاب رسولؐ تھے۔ لیکن خصوصیت کے ساتھ اس دولت سے مالا مال حضرت صدیق اکبرؓ، حضرت علی مرتضیٰؓ، حضرت ابوذرؓ، حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت ابوعبیدہؓ، حضرت ابودرداؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت عمران بن حصینؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ تھے۔ صوفیائے قدیم کے تذکرے انہی سے شروع کیے گئے ہیں۔ تصوف کی بعض قدیم تصانیف میں تو حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کو بھی صراحت کے ساتھ اساطین[1] تصوف میں شمار کیا گیا ہے۔

الغرض اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تک ظواہر تک محدود رہے۔ اس کا نام شریعت ہے۔ اگر قلب و باطن نورانیت مصطفےٰ صلی اللہ وعلیہ وآلہ وسلم سے منور ہو جائیں تو یہی طریقت ہے۔ ایک شخص نے نماز حسب قواعد کتب فقہ پڑھ لی۔ شریعت کی رو سے نماز جائز ہوگئی۔ طریقت اسے کافی نہ سمجھے گی۔ وہ اس پر مصر ہوگی کہ جس طرح چہرہ کعبہ کی جانب متوجہ رہا اس طرح قلب بھی رب کعبہ کی جانب متوجہ رہے۔ جس طرح جسم حالت نماز میں

---

[1] مفرد اسطوانہ۔ ستون

ظاہری نجاستوں سے پاک رہا۔ اسی طرح روح باطنی آلائشوں اور پریشان خیالیوں سے پاک رہے۔ ارشادِ نبویؐ ہے۔

لا صلوٰۃ اِلاَّ بِحضُورِ القَلبُ (حضور قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی)

اسی طرح پیٹ اور فرج کو قضائے شہوت سے روکنے کا نام روزہ ہے۔ لیکن طریقت میں محض اسی قدر کافی نہیں ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ کان، آنکھ، زبان، ہاتھ، پاؤں اور دوسرے اعضاء گناہوں میں ملوث نہ ہوں۔ دل کو پست ارادوں اور بے ہودہ خیالوں سے بچا کر اسے ماسوا اللہ سے کامل طور پر روکا جائے۔ کیا یہ شریعت کی مخالفت ہے یا منشائے شریعت کی عین تکمیل؟

حضرت اکبر الہ آبادی نے اس مقام اور اس منزل کی توضیح اپنے مخصوص انداز میں یوں کی ہے:

شریعت در محفل مصطفےٰ
طریقت عروج دل مصطفےٰ
عبادت سے لذت شریعت میں ہے
محبت کی لذت طریقت میں ہے
طریقت میں حسن و جمال حبیبؐ
شریعت میں ہے قیل و قال حبیبؐ
نبوت کے اندر ہیں دونوں ہی رنگ
عبث[1] ہے یہ ملاؤ صوفی کی جنگ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ (بخاری کتاب الایمان)

احسان اس کا نام ہے۔ کہ اللہ کی عبادت اس طرح کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھتا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

احادیث میں ایمان کے معنی بعض عقائد کے بتائے گئے ہیں۔ اور اسلام کے معنی بعض اعمال کے ارشاد ہوتے ہیں۔ اس کے بعد احسان کی ماحولہ بالا توضیح کی گئی ہے۔ گویا

---

[1] بیکار

عقیدہ وعمل کے بعد ایک تیسری منزل ان دونوں سے بلند تر احسان کی آتی ہے۔ جس کا تعلق محض جاننے اور کرنے سے نہیں بلکہ مشاہدہ و رویت سے ہے۔ یہی منزل تصوف اور طریقت کی منزل ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اہل تصوف کی بجائے اہل احسان ہی کی اصطلاح اختیار کی ہے۔ شاید کہ اہل صدق اور صدیقین کی اصطلاحیں بھی یہی کام دے سکیں۔ مگر یہ ساری بحثیں محض لفظی ہیں۔ سوال تو یہ ہے کہ ایمان کے اجزاء اور اسلام کے ارکان تو کتابوں سے دریافت ہو سکتے ہیں لیکن قلب کو مرتبہ احسان تک پہنچا دینا' تزکیہ باطن' تجلیہ[1] نفس اور تطہیر اخلاق ایک زندہ شخصیت اور ایک مرشد کامل کے بغیر کیونکر ممکن ہے۔ جو مطلوبہ اصول' قوانین اور ضابطے تھے وہ فقہ کی کتابوں میں مدون ہوتے رہے لیکن جن امور کا تعلق وجدان اور کیفیات سے تھا۔ وہ ضبط تحریر میں کیونکر آسکتی تھیں وہ تو ایک قلب سے دوسرے قلب پر اپنا عکس ہی ڈال سکتی تھیں۔ یہی عکس ریزی طریقت کا حرف آغاز تھی۔

سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ ''مفتاح العارفین'' میں شریعت اور طریقت کی اس طرح توضیح فرماتے ہیں:

> ''حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو قدم ہیں۔ ایک ظاہری اور دوسرا باطنی۔ ظاہری شریعت نبویؐ ہے۔ جن سے امر معروف روشن و مکشوف ہوتا ہے۔ باطنی سے مراد طریقت ہے۔ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذکر و فکر کی بدولت معرفت الٰہی کے اسرار کو پہنچے ہیں۔''

جگر لخت[2] لخت کو اور بھی جمع کرتا مگر کیا کروں طوالت کا خوف دامن گیر ہے۔ اس لئے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ شریعت اور طریقت میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ بایں ہمہ شریعت کا اپنا ایک منفرد اور محکم مقام ہے اور طریقت کی حیثیت ثانوی ہے۔ طریقت میں اگر کوئی عصائے شریعت کے بغیر گام زنی کرے گا۔ تو یہ زندقہ[3] ہے۔ اگر کوئی شخص محض عقلی دلائل سے یا اپنی باطن کی اشراقیت کو بیدار کر کے اس نتیجہ تک پہنچ جاتا ہے۔ کہ صحیح عقیدہ عقیدہ توحید ہے۔ اور نماز روزہ اور دیگر ارکان میں بے شمار فوائد ہیں۔ تو

---

[1] روشن کرنا۔ [2] کرتا ہوں جمع پھر جگر لخت لخت کو (غالب) [3] کفر و الحاد

بھی ایسے شخص کا شمار مسلمانوں میں نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اس نے مسائل کو بطریق صحیح پیروی سنت رسولؐ یعنی اتباع وحی سے حاصل نہیں کیا۔ مسلم بننے کے لئے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے دین کے علاوہ ان کے نمونہ اعمال کی پیروی بھی لازم ہے۔ اسلام اور عدم اسلام کے مابین یہی اک شے فرق و امتیاز کرنے والی ہے۔

راز کی باتیں ہولیں اب عرض نیاز کی باری آئی ہے۔ تو اس امر کے اظہار کی اجازت دیجئے کہ زیر نظر تالیف کئی ماہ کی مسلسل عرق ریزی کا نتیجہ ہے۔ بھان متی کی طرح کہیں سے اینٹ اور کہیں سے روڑا اٹھا کر کنبہ جوڑنے کا نام تالیف نہیں۔ دوسری کتب سے مطلوبہ عبارات کو اخذ کر کے اس طرح مرتب کرنا کہ وہ دیوار کے پتھروں کی طرح آپس میں مربوط و پیوستہ رہیں خاصہ دشوار امر ہے۔ اور یہ امر دشوار اس وقت دشوار تر ہو جاتا ہے۔ جب کہ نفس مضمون دقیق و عمیق ہو۔ تصوف و طریقت کی پیچیدہ تراکیب' رموز اور اس کے اپنے مخصوص استعاروں کو سمجھنا از خود مشکل ہے۔ دوسروں کو سمجھانا تو بڑا ہی مشکل ہے۔

دوسری کتب سے مطلوبہ عبارات اخذ کرتے وقت اس بات کی خصوصیت کے ساتھ احتیاط کی گئی ہے کہ وہ عبارات ہمارے موضوع سخن کے عین مطابق ہوں۔ اس سلسلے میں ان تین اصولوں کو مدنظر رکھا گیا ہے۔

اولاً: وہ عبارات جو صاف اور عام فہم تھیں انہیں من وعن نقل کر دیا گیا ہے۔

ثانیاً: وہ عبارات جو صاف اور عام فہم نہ تھیں۔ انہیں عام فہم زبان میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس ضمن میں کوشش رہی ہے کہ عبارت کا مفہوم مجروح نہ ہو۔

ثالثاً: وہ عبارات جو بسہولت مفہوم نہ ہو سکیں انہیں بھی من وعن نقل کر دیا گیا۔ ان عبارات کی تعداد ایک آدھ ہی ہوگی۔

سہو و خطا سے کوئی مبرا نہیں ہے۔ ابن آدم ہونے کے ناتے مجھ میں بھی بشریت کے تقاضے موجود ہیں مجھ سے بھی فروگذاشتوں کا ارتکاب ممکن ہے۔ اثنائے مطالعہ اگر کسی قاری کو کہیں لغزش فہم و قلم محسوس ہو تو مجھے اس سے مطلع فرمائے اور اسے میرے مبلغ علم کی بے مائیگی اور ہیچمدانی پر محمول کرے۔ بلکہ چشم پوشی سے احتراز کر کے مجھے اس سے مطلع کرے تاکہ

اس کی تصحیح ممکن ہو۔

اس مجلّے کی ترتیب و تالیف میں قرآن حکیم اور احادیث نبویؐ کے ساتھ جن کتب سے استفادہ کیا گیا ہے وہ یہ ہیں:

نام کتاب	اسم مصنف و مؤلف
۱) تذکرہ خواجگان نقشبندیہ مجددیہ	حضرت خواجہ محمد افضل مرزا جالندھریؒ
۲) مکتوبات	حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ
۳) مقامات فضلیہ	حضرت مولٰنا سید زوار حسین شاہ صاحب
۴) القول الجمیل	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ
۵) رسالہ رحیمیہ	حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ
۶) جواہر علویہ	حضرت شاہ رؤف احمد رافتؒ
۷) حیات فضلیہ	حضرت مولٰنا محمد مسلم دیوبندیؒ
۸) حضرات القدس	علامہ بدرالدینؒ خلیفہ مجاز حضرت مجدد الف ثانیؒ
۹) سلوک مجددیہ	حضرت خواجہ محمد اسلم قریشی اچھروی
۱۰) محکم الفقرا، فضل اللہ، تیغ برہنہ، نور الہدیٰ	سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ
۱۱) مفتاح العارفین اور گنج اسرار	ایضاً
۱۲) بہشتی زیور	حضرت مولٰنا اشرف علی تھانویؒ

بیان طریقت نقشبندیہ مجددیہ

اگرچہ تمام طریقتوں کا منتہائے نظر و مقصود قرب الٰہی ہے اور ان میں بڑے بڑے اکابر دین بھی گزرے ہیں۔ مگر طریقت نقشبندیہ مجددیہ کے خصائص اور فضائل ایسے ہیں جو دوسری طریقتوں سے اسے ممتاز کرتے ہیں۔ ان میں سے چند خصوصیات کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

(۱) یہ طریقت حضرت صدیق اکبرؓ سے منسوب ہے اور وہ اس کے سرحلقہ ہیں۔ چونکہ

آپ افضل البشر بعد از انبیاء علیہم السلام ہیں۔ اس سبب سے آپ سے نسبت بھی تمام نسبتوں سے اعلیٰ اور افضل ہو گی۔

(۲) اس طریقت میں اتباع سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اجتناب از بدعت کا نہایت التزام اور اہتمام ہے۔ یہاں تک کہ ذکر جہر بھی اس میں روا نہیں ہے۔ اور ظاہر ہے جس طریقت میں اتباع سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اجتناب از بدعت جس قدر زیادہ ہو گا اسی قدر اس طریقت میں انوار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ ہوں گے۔

(۳) اس طریقت میں تکمیل سلوک کا انحصار استفادہ صحبت اور محبت شیخ پر ہے یعنی جس کو پیر طریقت اور اس کے ساتھ صحبت بھی وافر نصیب ہو گی۔ اسی قدر اس کو برکات اور فیوض شیخ حاصل ہوں گے۔ یہی معاملہ حضور اکرمؐ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تھا۔

(۴) اس طریقت میں جذبہ سلوک پر مقدم ہے۔ بخلاف دوسری طریقتوں کے ان میں سلوک جذبہ پر مقدم ہوتا ہے اور تقدم جذبہ کا نام ہی محبوبیت ہے۔

مراقبہ میں بیٹھنے کا طریقہ

واضح ہو کہ مراقبہ ترقب سے مشتق ہے اور ترقب امید وانتظار کے معنیٰ میں مستعمل ہے۔ پس دوران مراقبہ سالک فیوض الٰہی کا منتظر ہوتا ہے۔ مراقبہ سے قبل ان امور کو ملحوظ رکھے:

(۱) سالک کے لئے لازم ہے کہ وہ تمام تر نیاز و مسکنت کے ساتھ متوجہ اِلیٰ اللہ ہو۔ اور کوئی خطرہ دل میں نہ لائے۔

(۲) مراقبے میں دوزانو یا چارزانو بیٹھے اور اس طرح چادر اوڑھے کہ تمام جسم پوشیدہ ہو جائے۔ اس کے بے شمار فوائد ہیں۔ سب سے زیادہ فائدہ یہ ہے کہ اس سے یکسوئی نصیب ہوتی ہے۔ اور ذہن میں پراگندہ خیالات نہیں آتے۔

(۳) مراقبے کے لئے ایسا مقام تجویز کیا جائے۔ جہاں شوروغل اور لوگوں کی آمدورفت نہ ہو۔ مناسب یہ ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد یا نماز فجر سے قبل مراقبہ کیا جائے۔ اس طرح روزمرہ کے کاموں میں خلل واقع نہیں ہوتا۔

(۴) مراقبہ سے قبل حوائج ضروریہ سے فراغت حاصل کر لی جائے۔ اس بات کا بھی دھیان رہے کہ معدہ زیادہ پر نہ ہو۔ اور بالکل خالی بھی نہ ہو۔ کھانے سے کچھ عرصہ بعد یا کھانے سے کچھ عرصہ پہلے مراقبہ کیا جائے۔

(۵) مراقبہ کے دوران حبس دم مطلق نہ کیا جائے۔ سانس کی آمدورفت معمول کے مطابق جاری رہے۔ نہ سانس کو روکے نہ تیز تیز لے۔

(۶) مراقبے سے پیشتر اگر سالک مندرجہ ذیل کلام پڑھے تو انشاء اللہ العزیز شیطانی وساوس سے محفوظ رہے گا۔

اول وآخر درود شریف تین تین بار۔ **لاحول** تین بار۔ **استغفار** تین بار اور **اعوذ باللہ** تین بار

بیان جوہر قلب

اَلقرآن : "مَاجَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِن قَلبَین فِي جَوفِهٖ" (اللہ تعالیٰ نے قالب انسانی میں دو دل پیدا نہیں کئے)۔ اس لئے کہ ایک ہی وقت میں دو ارادے نہ کر سکے۔ (الاحزاب۔۴)

قلب انسانی محض گوشت کا ایک لوتھڑا ہی نہیں ہے۔ یہ توحید کا ایک ناپیدا کنار سمندر، قرب الٰہی اور حضور دوام کا سرچشمہ بھی ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ایسا لوتھڑا ہے جب وہ ٹھیک ہو تو سارا جسم ٹھیک ہوتا ہے اور جب اس میں بگاڑ ہو تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ تحقیق وہ گوشت کا لوتھڑا دل ہے۔

سالک کے لئے لازم ہے کہ وہ ہمہ وقت قلب کی نگہداشت کرے تاکہ غفلت کی وجہ سے اس میں بگاڑ پیدا نہ ہو۔

ارشاد نبوی ہے: **"رَایتُ فِی قَلبِی رَبِی"** (میں نے اپنے دل میں اپنے رب کو دیکھا)۔ قلب اس قدر وسیع اور فراخ ولایت ہے کہ اس کی وسعت و فراخی میں طبقات ہر دو جہاں سما سکتے ہیں مگر یہ دونوں جہانوں میں بھی نہیں سما سکتا۔ دل اللہ تبارک تعالیٰ کی نظرگاہ بھی ہے۔ جیسا کہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور اعمال کو نہیں دیکھتا۔ وہ تمہاری نیتوں اور دلوں کو دیکھتا ہے۔

اور فرمایا۔ دنیا اور دین کی محبت قلب مومن میں اس طرح اکٹھی سما نہیں سکتی جس طرح ایک برتن میں آگ اور پانی۔

اور فرمایا۔ **اَلسُّکُوتُ حَرَامٌ عَلٰی قُلُوبِ اَولِیَاءِ"** (اس کے دوستوں کے قلوب پر سکوت حرام ہے)۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں دھڑکتے رہتے ہیں۔

اور فرمایا۔ **"لَاصَلٰوۃَ اِلَّا بِحضُورِ القَلب"** (یعنی حضوری قلب کے بغیر کوئی نماز قابل قبول نہیں)۔

اور فرمایا۔ "اِسْمُ اللّٰہِ شَیئٌ طَاھِرٌ لَایَسْتَقِرُّ اِلَّا بِمَکَانٍ طَاھِرٍ" (اسم اللہ ایک پاکیزہ شے ہے جو پاکیزہ مکان کے سوا کسی جگہ قرار نہیں پکڑتا)

اور فرمایا۔ "اَغْمَضْ عَیْنَکَ اِسْمَعْ فِی قَلْبِکَ یَا عَلِیُّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدُ الرَّسُوْلُ اللّٰہ" (اے علی! اپنی آنکھیں بند کر کے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو اپنے دل میں سن)۔

سلطان العارفین حضرت سلطان باھوؒ اپنی تصنیف "نُورُالھُدیٰ" میں حدیث ذیل کے ضمن میں فرماتے ہیں۔

"عَشرَ بُسَاتِیْنِ فِی قَلْبِ اُلمُومِن" (مومن کے دل میں دس باغ ہیں)۔ اس سے مراد یہ دس باغ ہیں۔

(۱) توحید (۲) شریعت (۳) صبر (۴) توکل (۵) ذکر الٰہی (۶) فقر (۷) معرفت الٰہی (۸) مذکور (۹) قرب وحضور (۱۰) وصال

سالک کو چاہئے اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے۔ جہاں کہیں ان باغوں میں (۱) کفر (۲) شرک (۳) بدعت (۴) غفلت (۵) جہل (۶) حرص (۷) حسد (۸) کبر (۹) بخل (۱۰) ریا کو پائے۔ اسے جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دے۔ ایسا کرنے سے سالک زندہ دل اور مردہ نفس ہو جائے گا۔ قلب انسانی کی کیفیت یہ ہے کہ اگر وہ زندہ ہو تو نفس مردہ ہوتا ہے۔ اور اگر نفس زندہ ہو تو یہ مردہ ہوتا ہے۔

بلحاظ ساخت قلوب کی دو قسمیں ہیں۔ ایک رقیق اور دوسرا ثقیل۔ رقیق کے معنی نرم اور باریک کے ہیں۔ ثقیل کے معنی بوجھل اور بھاری کے ہیں۔ یہاں رقیق قلوب سے مراد وہ قلوب ہیں۔ جو ذرا سی محنت اور مشقت سے جاری ہو جاتے ہیں۔ اور ثقیل قلوب سے مراد وہ قلوب ہیں جو محنت شاقہ کے بعد جاری ہوتے ہیں۔

بلحاظ صفات قلوب کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی قلب سلیم' دوسری قلب منیب اور تیسری قلب شہید۔

قلب سلیم وہ قلب ہے جو تعلق ماسوا سے بے نیاز ہو کر حق سبحانہ وتعالیٰ کی یاد میں اس طرح مشغول ہو کہ اس میں کبھی غیر اللہ کا گزر نہ ہو۔

قلب منیب وہ قلب ہے جو ہمیشہ معرفت الٰہی میں ہو اور جس میں نوع نبوع تجلیات الٰہیہ مکشوف ہوں۔

قلب شہید وہ قلب ہے جو ہمیشہ اطاعت الٰہی میں ہو اور مشاہدہ حق میں اسے ہر چیز میں قدرت الٰہی دکھائی دے۔ صاحب قلب شہید کا رابطہ لوگوں کے ہجوم میں بھی ذات باری تعالیٰ سے نہیں ٹوٹتا۔

علاوہ ازیں انسانی زندگی میں فعل قلب کو دوسرے اعضاء کے افعال کے مقابلے میں یہ مخصوص اور منفرد حیثیت حاصل ہے۔ کہ انسانی زندگی کا انحصار ہی حرکت قلب پر ہے۔

اللہ

بیان ذکر الٰہی ۔ ذکر اسم ذات

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان گرامی ہے۔" **ذِکْرُ اللّٰہِ فَرضٌ قَبلَ کُلِّ فَرضٍ**" (تمام فرضوں سے پہلا فرض ذکر الٰہی ہے)۔

اور فرمایا۔ "**اَفضَلُ العِبَادَۃَ ذِکرُ اللّٰہِ تعالیٰ**" (سب سے افضل عبادت ذکر الٰہی ہے)۔

واضح رہے ذکر الٰہی دل کو اس طرح پاک کر دیتا ہے جس طرح پانی ناپاک کپڑے کو۔

نیز فرمایا۔ سانس گنتی کے ہیں جو سانس یاد الٰہی کے بغیر لیا جائے وہ مردہ ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں مختلف مقامات پر مختلف انداز میں ذکر کی۔ اس طرح تاکید فرمائی ہے۔

(۱) "**وَاذکُر رَّبَّکَ کَثِیراً**" (اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرو)۔ (آل عمران۔۴۱)

(۲) "**فَاِذَا قَضَیتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذکُرُاللّٰہ قِیَاماً وَّ قُعُوداً وَّ عَلیٰ جُنُوبِکُم**" (جب تم نماز ادا کر چکو تو اٹھتے بیٹھتے لیٹتے اللہ کا ذکر کیا کرو)۔ (انسا۔۱۰۳)

(۳) "**وَاذکُر رَّبَّکَ فِی نَفسِکَ تَضَرُّعاً وَّ خِیفَۃً**" (اور اپنے رب کو جی ہی جی میں گڑگڑا کر اور خوف کے ساتھ یاد کرو)۔ (الاعراف۔۲۰۵)

(۴) **یَا اَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا اذکُرُوا اللّٰہَ ذِکراً کَثِیراً ٥ وَّ سَبِّحُوہُ بُکرَۃً وَّاَصِیلاً٥** (اے ایمان والو! بکثرت اللہ کا ذکر کیا کرو اور صبح شام اس کی تسبیح کرتے رہو)۔ (الاحزاب۔۴۱)

(۵) "**وَاذکُرِ اسمَ رَبِّکَ وَ تَبَتَّل اِلَیہِ تَبتِیلاً٥ط**" (تم اپنے رب کے نام کا ذکر کرو اور سب کو چھوڑ کر اسی کے ہو رہو)۔ (المزمل۔۸)

وَاذکُرِ اسمَ رَبِّکَ بُکرَۃً وَّ اَصِیلاً٥

(تم اپنے رب کے نام کا صبح وشام ذکر کرو)۔ (الدھر۔۲۵)

اور ذکر کی فضیلت اس طرح بیان فرمائی ہے۔

(۱) "فَاذْکُرُونِیْ اَذْکُرْکُمْ" (تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا)۔(البقرہ۔۱۵۲)

اللہ اکبر کتنی بڑی فضیلت ہے۔

(۲) "وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ" (اور اللہ کا ذکر بڑا مرتبہ رکھتا ہے)۔(العنکبوت۔۴۵)

(۳) اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ ط اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝ (یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہوئے۔ اور یاد رکھو اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے)۔

دل کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذکر سے مطمئن کرنے کا افضل طریقہ یہ ہے کہ سالک اپنے دل کو ہر قسم کے خطرات اور حدیث نفس سے پاک وصاف کر کے زبان کو تالو کے ساتھ لگا کر دل کی طرف متوجہ ہو۔ یعنی اسم مبارک "اللہ" کو جو اسم ذات ہے کسی صفت کا لحاظ کئے بغیر زبان دل سے کہے۔ البتہ لفظ "اللہ" کے مفہوم کا خیال رکھے۔ یعنی اللہ کی ذات جس پر ہم ایمان لائے ہیں۔ تمام نقائص سے بری اور تمام صفات کاملہ کی جامع ہے۔ اس کے ساتھ وقوف قلبی کی رعایت پوری طرح رکھے۔ کیونکہ ذکر وقوف قلبی کی نگہداشت کے بغیر نفع رساں نہیں ہوتا۔ بلکہ حدیث نفس ہوتا ہے۔

امام الطریقہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ نے وقوف عددی کو چنداں ضروری نہیں سمجھا مگر وقوف قلبی کو واجبات اور شرائط ذکر کا اہم جزو قرار دیا ہے۔ "وقوف قلبی" توجہ بسوئے دل وتوجہ دل بسوئے ذات الٰہی اسم اللہ کو کہتے ہیں۔

سالک کو چاہئے لطیفہ قلب کو نہایت محنت اور توجہ سے ذاکر کرے کیونکہ یہ لطیفہ قالب انسانی میں بمنزلہ ریل کے انجن کے ہوتا ہے۔ اگر یہ ذکر کی قوت سے قوی ہو جائے۔ تو یہ دوسرے لطائف کو جو بمنزلہ ریل کے ڈبوں کے ہوتے ہیں اپنی طاقت سے کھینچ کر منزل مراد تک پہنچا دیتا ہے۔ سالک کو چاہئے جب بھی مراقبہ کے علاوہ فراغت نصیب ہو۔ (خواہ وضو ہو یا نہ ہو) چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے دل کو نگاہ میں رکھے۔ تاکہ مقصد جلد حاصل ہو۔ ہمارے حضرت[1] فرمایا کرتے تھے۔ سالک کا دستور العمل یہ ہونا چاہئے۔ "دست بکار دل بیار (یعنی

---

[1] حضرت حافظ اللہ بچایا ساکن مطیع پور شریف۔ ڈاکخانہ پلی تحصیل احمد پور شرقیہ

ہاتھ کام میں اور دل خیال یار میں مصروف ہو)

ذکر اسم ذات کے وقت رابطے کا پورا التزام کرے۔ یعنی یہ تصور کرے کہ جس شخص نے مجھے اللہ اللہ کرنا بتایا ہے۔ یا جو میرا مرشد ہے وہ میرے سامنے موجود ہے یا اپنے تئیں صورت شیخ خیال کرے اور یہ کہ اس کی ذات بابرکات سے مجھے فیض پہنچ رہا ہے۔ جب اس شغل کا غلبہ ہو جاتا ہے تو ہر چیز پر شیخ کی صورت کا گماں ہوتا ہے۔ اسی کو فنا فی الشیخ کہتے ہیں۔ یہی اقرب طریق ہے۔ یہی فنا فی اللہ کا زینہ' عروۃ الوثقیٰ ہے۔ حضرت خواجہ محمد معصومؒ فرماتے ہیں کہ صرف ذکر بے رابطہ اور فنا فی الشیخ کے بغیر کارآمد نہیں ہے۔ اور صرف رابطہ جس میں آداب شیخ کی رعایت ہو کافی ہے۔

(تنبیہ) یہ امر لازم ہے۔ کہ کسی بھی حالت میں خواہ وہ حالت مراقبہ ہو یا حالت عدم مراقبہ ذات حق سُبحانہٗ وتعالیٰ کو کسی شے کا مماثل تصور نہیں کرنا چاہئے۔ کیوں کہ اس کی مثل کوئی نہیں "لَیسَ کَمِثلِہٖ شَیءٌ" اس کی رویت عکس نہیں ہے' کیونکہ وہ معکوس نہیں۔ ہم اسے زلف' خد اور خال سے مزین نہیں کر سکتے' کیوں کہ وہ غیر مخلوق ہے۔ اسے مخلوق سمجھنا سراسر کفر اور شرک ہے۔ یہی صنم پرستی ہے۔

بیان درجات ذکر

حجتہ الاسلام حصرت امام غزالیؒ نے ذکر کے چار درجے بیان کئے ہیں:

پہلا درجہ : ذکر فقط زبان سے کیا جائے۔ دل اس سے غافل رہے۔ اس کا اثر خفیف ہے۔ مگر اثر سے خالی نہیں ہے کیونکہ وہ زبان جو ذکر الٰہی میں مشغول ہے۔ اسے اس زبان پر بہرصورت فوقیت اور فضیلت حاصل ہے جو بے ہودہ باتیں کرے یا بالکل خاموش رہے۔

دوسرا درجہ : دل میں ذکر الٰہی تو ہو مگر ذکر دل میں گھر نہ پکڑے اور قرار نہ پائے۔ ایسی حالت ہو تو دل کو تکلف کے ساتھ ذکر پر آمادہ کیا جائے اگر ایسا نہ کیا گیا تو دل پھر غفلت اور نفس کی شرارتوں سے اپنی طبیعت پر لوٹ آئے گا۔

تیسرا درجہ : ذکر الٰہی نے دل میں قرار پالیا ہو اور وہ دل پر غالب آچکا ہو اور اس کی حالت ایسی ہو کہ اسے تکلف کے سات کسی دوسرے کام کے لئے آمادہ کیا جائے۔ یہ عظیم الشان درجہ ہے۔

چہارم درجہ : جس کا ذکر کیا جائے اس کا دل پر پوری طرح غلبہ ہو جائے اور دل میں احساس ذکر نہ رہے کیونکہ اس شخص میں جس کا دل ذکر کو دوست رکھتا ہو اور اس شخص میں جس کا دل مذکور کو دوست رکھتا ہو بہت بڑا فرق ہے۔ کمال ذکر بھی یہی ہے کہ ذکر اور ذکر کرنے کا خیال دل سے محو ہو جائے۔ اور صرف مذکور دل میں رہ جائے۔ کسی دوسری شے کے لئے دل میں کوئی جگہ نہ ہو۔ یہ نہایت درجہ محبت ہے۔ جسے عشق کہتے ہیں۔ عاشق ہمہ وقت معشوق کی جانب مشغول و متوجہ رہتا ہے۔ اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ معشوق کے تصور اور کمال خیال میں عاشق اپنے معشوق کا نام بھی بھول جاتا ہے۔ جب استغراق کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے تو عاشق الٰہی اپنے آپ کو اور تمام دنیا و مافیھا کو فراموش کر دیتا ہے۔ اور وہ اپنے آپ کو تجلیات الٰہیہ میں کھویا ہوا پاتا ہے۔

اسی مقام کو صوفیائے کرام ''نیستی'' کہتے ہیں۔

اگر ولی سالک مقام نیستی پر نہ پہنچے لیکن غلبہ ذکر ہو تو یہ بھی کیمیائے سعادت ہے۔

کیونکہ اس پر جب ذکر کا غلبہ ہوگا تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت بھی غالب ہوگی۔ اور وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو تمام دنیا سے زیادہ دوست رکھے گا۔

پس اگر کوئی شخص اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر بکثرت کرتا ہے اور وہ حالت جو صوفیہ کرام پر وارد ہوتی ہے۔ اس پر وارد نہیں ہوتی تو اسے چاہئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذکر کو ترک نہ کرے۔ کیوں کہ سعادت اس پر موقوف نہیں اور نہ ہی یہ حالت مقصود ہے۔ جب وہ ذکر الٰہی کے نور سے آراستہ ہوگیا تو کمال سعادت نصیب ہوگیا اور جو کچھ اس جہان میں اس پر ظاہر نہ ہوا وہ مرنے کے بعد اس پر ظاہر ہوگا۔ اس لئے چاہئے کہ وہ مراقبے کا ہمیشہ التزام کرے۔ تاکہ دل حق سبحانہ وتعالیٰ کی جانب مشغول رہے۔

بیان طریقہ مجددیہ

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ کے نزدیک انسان دس لطائف سے مرکب ہے۔ان میں سے پانچ عالم امر کے ہیں اور پانچ عالم خلق کے ہیں۔

عالم امر کے لطائف: قلب، روح، سر، خفی اور اخفیٰ

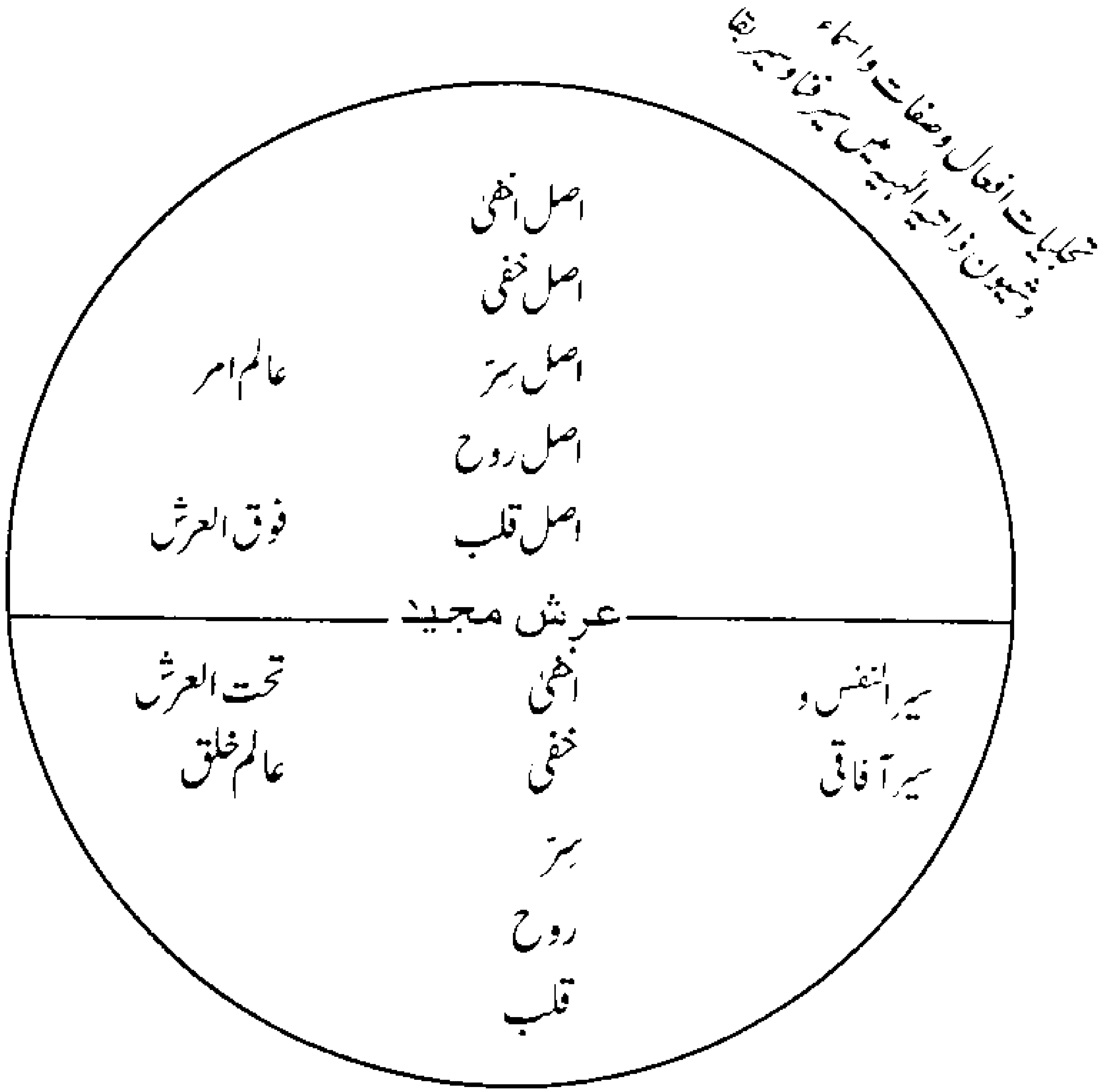
عالم خلق کے لطائف: خاک، نفس، باد، آب اور آتش

جو چیز کہ بمجرد[1] امر کن سے پیدا ہو گئی۔ وہ عالم امر ہے اور جو چیز بتدریج وجود میں آئی وہ عالم خلق ہے۔

عالم امر فوق[2] عرش مجید ہے۔ عالم خلق تحت عرش مجید ہے۔ یہ دونوں عالم دائرہ امکان میں ہیں۔ دائرہ امکان کے نصف[3] سافل کی سیر کو دوسرے لفظوں میں عالم خلق کی سیر کو ''سیر آفاقی'' کہتے ہیں۔ دائرہ امکان کے نصف[4] عالیہ کی سیر کو دوسرے لفظوں میں عالم امر کی سیر کو ''سیر الفنا'' کہتے ہیں۔ دوسرے صفحے کے نقشے میں دائرہ امکان، عرش مجید، عالم امر عالم خلق اور لطائف کی نسبت واضح کی گئی ہے تا کہ سمجھنے میں کوئی دشواری نہ رہے۔

---

[1] ایک مرتبہ کن کہنے سے۔ [2] اوپر [3] نصف زیریں [4] نصف بالائی


تجلیات افعال وصفات واسماء
وشیون ذاتیہ الہیہ میں سیر فنا وسیر بقا
اصل اخفیٰ
اصل خفی
اصل سر
اصل روح
اصل قلب
عالم امر
فوق العرش
عرش مجید
اخفیٰ
خفی
سر
روح
قلب
تحت العرش
عالم خلق
سیر انفس و
سیر آفاقی

خارطہ لطائف خمسہ

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کے ہیکل کو پیدا کیا تو اپنی قدرت کاملہ سے عالم امر کے پانچوں لطائف کو جو کہ جواہر مجردہ ہیں۔ جسم انسانی کے چند مقامات/مضافات/مواضعات (حصوں) سے تعلق اور تعشق پیدا کر دیا۔ ذیل کے نقشہ سے ان لطائف کے نام، مشرب، رنگ، مقام اور فیض کی وضاحت کی گئی ہے۔

نام لطیفہ	مقام	رنگ	زیر قدم	مشرب	فیض
قلب	بائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلے پر پہلو کی طرف	زرد	حضرت آدمؑ	آدمی المشرب	افعالی تجلیات
روح	دائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلے پر پہلو کی طرف	سرخ	حضرت نوحؑ حضرت ابراہیمؑ	ابراہیمی المشرب	صفات ثبوتیہ
سر	بائیں پستان کے اوپر دو انگشت کے فاصلے پر وسط سینہ کی طرف	سفید	حضرت موسیٰؑ	موسوی المشرب	شیون ذاتیہ
خفی	دائیں پستان کے اوپر دو انگشت کے فاصلے پر وسط سینہ کی طرف	سیاہ	حضرت عیسیٰؑ	عیسوی المشرب	صفات سلبیہ
اخفیٰ	وسط سینہ	سبز	حضرت محمدؐ	محمدی المشرب	شان جامع

بیان لطائف خلق

(۱) لطیفہ اول قلب:

جیسا کہ خارطہ لطائف خمسہ میں اس امر کی وضاحت کی جا چکی ہے کہ مقام قلب بائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلے پر پہلو کی جانب واقع ہے۔ اور ذکر اسم ذات میں قلب کے اسلوب ذکر کا تفصیلی بیان بھی قلمبند ہو چکا ہے۔ سالک کی معلومات میں اضافے کی غرض سے عرض مزید ہے۔ سالک کو چاہئے اس لحم صنوبری (قلب) کی جانب ہمیشہ متوجہ رہے۔ اور آنکھ، فکر، خیال اور جملہ قوئی کو اس کی طرف مبذول رکھے۔ یہی عمل استغراقی کیفیات کا مبداء ہے۔

ہمارے مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اَرْوَاحَھُمْ طریقت میں سب سے پہلے تصفیہ قلب کی سعی فرماتے ہیں۔ تبدیلی اخلاق کی حیثیت ان کی نگاہ میں ثانوی ہوتی ہے۔ کیونکہ تصفیہ قلب سے عرصہ قلیل میں نفسانی صفات میں وہ تبدیلیاں رونما ہو جاتی ہیں جو مجاہدوں اور عمر بھر کی ریاضتوں سے رونما نہیں ہوتیں۔

ذکر کے نور اور خاطر کی نفی سے قلب شیطانی وسوسوں اور تشویشوں سے خلاصی پا کر اپنے احوال میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اور ذکر کی خاصیت سے ہر وہ کدورت اور حجاب جو نفس اور شیطان کے تصرف سے قلب میں محکم ہو چکا ہوتا ہے خود بخود اٹھنا شروع ہو جاتا ہے۔ اور قلب کا نور جوہر قلب پر چمکتا ہے۔ جس کے باعث قلب میں وجدان اور خوف پیدا ہوتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

''مومن وہ ہیں جن کے قلوب ذکر الٰہی کے وقت ڈرتے ہیں'' یہ وہ مقام ہے جہاں قلب سالک میں قساوت قلبی کی جگہ رقت اور نرمی آ جاتی ہے اور حالت گریہ طاری ہو جاتی ہے جو ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔

(۲) لطیفہ دوم روح:

اس کا مقام دائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلے پر پہلو کی طرف ہے۔

ہمارے مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اَرْوَاحَھُمْ دوسرا ''سبق لطیفہ روح'' دینے سے

پیشتر اس امر کو ملحوظ خاطر رکھتے کہ مرید شریعت ظاہرہ اور اتباع سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کہاں تک عمل پیرا ہے۔ اگر کسی مرید کو اتباع سنت رسول اکرمؐ سے منحرف پاتے تو دوسرا ابتدائی سبق ہرگز نہ دیتے۔ تا آنکہ وہ مرید قلبی استعداد کے ساتھ امور شریعت پر عمل پیرا ہوتا۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہر گز بمنزل نہ خواہد رسید

ان کے نزدیک سالک کا باریش ہونا (جو سنت موکدہ ہے) علم السلوک کی شرط اول ہے۔ ہمارے حضرت نے خصوصیت کے ساتھ بے ریشوں کو علم السلوک کے اسباق دینے سے منع فرمایا ہے۔ یاد رکھئے! تارک سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کسی بھی طریقت میں کوئی مقام نہیں۔ بعض مشائخ اس امر کی پابندی نہیں کرتے جو علم السلوک کے ساتھ ایک نازیبا اور نقصان دہ مذاق ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں نفس کی شرارتوں سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین۔

جب شیخ مرید کی ارادت سے مطمئن ہو جائے تو اسے دوسرا سبق لطیفہ روح عطا کرے۔ مرید کو لازم ہے کہ وہ لطیفہ روح پر اسی طرح ذکر ''اسم اللہ'' کی مشق کرے۔ جس طرح اس نے لطیفہ قلب پر کی تھی اور مرید سے سالک بن جائے۔ یعنی مقام ارادت سے منزل سلوک کی جانب روانہ ہو۔

(۳) لطیفہ سوم سِرّ[1]:

شیخ کو جب اس امر کا اطمینان ہو جائے کہ سالک کے لطیفہ روح میں ذکر اسم اللہ جاری ہو گیا ہے اور اس کے مثبت اثرات سالک پر مرتب ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ تو اسے چاہئے کہ سالک کو لطیفہ سِرّ کا سبق توجہ کے ساتھ تلقین کرے۔ لطیفہ سِرّ کا مقام جیسا کہ خارطہ لطائف خمسہ میں مذکور ہے۔ بائیں پستان کے اوپر دو انگشت کے فاصلے پر وسط سینہ کی جانب واقع ہے۔

(۴) لطیفہ چہارم خفی[2]:

لطیفہ سِرّ کی کما حقہ' مشق کے بعد سالک کو لطیفہ خفی کی جانب متوجہ کرنا چاہئے۔

---

[1] راز۔ بھید [2] پوشیدہ

جس کا مقام دائیں پستان کے اوپر دو انگشت کے فاصلے پر وسط سینہ کی جانب ہے۔

(۵) لطیفہ پنجم اخفیٰ :

لطیفہ خفی کی مشق مکمل ہو جائے تو شیخ کو چاہئے کہ سالک کو لطیفہ اخفیٰ کی جانب راغب کرے۔ اس کا مقام وسط سینہ ہے۔

عالم خلق کے لطائف خمسہ کا بیان یہاں ختم ہوتا ہے۔

اشکال آئندہ سے بچنے کے لئے یہاں اس امر کا اظہار ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت مجدد الف ثانی ؒ کو جو طریقہ جدیدہ مرحمت فرمایا تھا' اس کے تحت حضرت موصوف ؒ نے مزید دو لطائف دریافت کئے۔ ایک لطیفہ نفس اور دوسرا لطیفہ قالب۔ ان لطائف کا تعلق بھی عالم خلق سے ہے۔

(۶) لطیفہ ششم نفس :

سالک جب لطائف خمسہ کی منازل طے کرلے۔ تو شیخ اسے لطیفہ نفس کا ذکر تفویض کرے۔ اس کا مقام وسط جبین[1] ہے۔

(۷) لطیفہ ہفتم قالب :

اس کا مقام تمام جسم ہے۔ مگر سہولت کے لئے اس کا مقام وسط[2] فرق متعین کیا گیا ہے۔ لطیفہ قالب کو ''سلطان الاذکار'' بھی کہتے ہیں۔ اس لطیفہ کے غلبہ اثر کی کیفیت یہ ہے کہ تمام جسم سے ذکر جاری ہو جاتا ہے اور ہر بن[3] مو سے ذکر اسم اللہ محسوس ہوتا ہے۔

---

۱ پیشانی کے درمیان ۲ سر کے درمیان۔ تالو ۳ بالوں کی جڑیں

بیان ذکر نفی و اثبات

ذکر نفی و اثبات بمنزلہ ہجوں کے ہے۔ جیسے کہ مبتدی بچے جب تک الفاظ کے ہجے نہ کریں۔ پڑھ نہیں سکتے۔

جملہ مشائخ قدس اللہ تعالیٰ ارواحھُم نے ذکر " **لَاإِلٰہ إِلَّا اللہ**" کو اختیار کیا ہے۔

ارشاد نبویؐ ہے۔ "افضل الذکر **لَاإِلٰہ إِلَّا اللہ**" یعنی " **لَاإِلٰہ إِلَّا اللہ**" کا ذکر بہت فضیلت والا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ[1] دہلویؒ کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم[2] محدث دہلوی کی تصنیف "ارشادِ رحیمیہ" میں مذکور ہے۔

"سالکوں کا حجاب نسیان[3] کا نتیجہ ہے۔ اور حجاب کے یہ معنیٰ ہیں کہ موجودات (ماسوا) کی صورتیں دل میں نقش ہوں۔ جب دل میں موجودات نقش ہوں تو حق کی نفی اور موجودات کا اثبات ہوا۔ اس شرک خفی سے جب ہی خلاصی نصیب ہوتی ہے۔ جب اس کلمہ حق سے حق سبحانہٗ کا اثبات اور غیر کی نفی ہو۔

اس کا طریقہ یہ ہے کہ سالک مراقبہ میں بیٹھ کر کمال عاجزی سے یہ دعا مانگے کہ "یا اللہ تو ہی میرا مقصود ہے۔ اور تو ہی میری رضا ہے۔ مجھے اپنی محبت اور معرفت عطا کر"

اس کے بعد اپنی سانس کو زیر ناف روک کر زبان خیال سے لفظ "لا" کو ناف سے دماغ تک کھینچے (یعنی سلطان الاذکار تک) اور لفظ "**اِلٰـــــہٗ**" کو دائیں دوش[4] پر لا کر "**اِلَّا اللہ**" کی ضرب دل پر اس طرح لگائے کہ دوسرے لطائف پر بھی یہ ضرب اثر انداز ہو اور اس عمل کا نقش لامعکوس[5] "   " ہو جائے۔ سانس لیتے وقت **مُحَمَّدٌ رَّسُول اللہ** کہے۔ ان معنوں کا لحاظ بھی رکھے۔ کہ اللہ کی ذات کے سوا میرا کوئی مقصود نہیں۔ یعنی "**لَاإِلٰہ**" کے وقت اپنی اور تمام موجودات کی نفی کرے۔ اور اثبات یعنی "**اِلَّا اللہ**" کے وقت حق سُبحَانہٗ کی ذات کو ثابت اور ملحوظ رکھے۔

---

[1] (۱۱۷۶ھ) [2] (۱۱۳۱ھ) [3] بھول۔ سہو [4] کندھا [5] الٹا

ہمارے حضرت[1] اور ان کے حضرت[2] اسی طریق سے ذکر نفی و اثبات کی تعلیم فرماتے تھے۔

لفظ ''اِلٰہ'' کو کندھے کی بجائے لطیفہ روح پر لانے کا کوئی دستور نہیں ہے۔

ذکر نفی و اثبات میں ان شرائط پر عمل کرنا بے حد ضروری ہے۔

(۱) **وقوف قلبی** : یعنی اپنی توجہ دل کی جانب اور دل کی توجہ ذات الٰہی کیجانب رکھے۔ کیوں کہ اس پابندی کے بغیر حصول نسبت ناممکن ہے۔

(۲) **نگہداشت** : یعنی دل جس کی حقیقت ایک لطیفہ دراکہ[3] کی سی ہے۔ جو پلک جھپکنے میں تمام عالم میں گھوم آتا ہے۔ اس کو تمام خطروں اور اندیشوں سے محفوظ کیا جائے۔ تاکہ اندیشہ ہائے دور و دراز اور خطرات اس پر غلبہ حاصل نہ کرسکیں۔

(۳) **حبس دم** : یعنی سانس کو روکنا۔ یہ عمل نہ صرف دل کی حرارت، ذوق و رقت، خطروں کی نفی اور ترقی محبت کے لئے ضروری اور مفید ہے۔ بلکہ بعض اوقات حصول کشف کا ذریعہ بھی بن جاتا ہے۔ ابتداء میں سانس دیر تک روکا نہ جا سکے گا۔ سالک کو چاہئے کہ رفتہ رفتہ اتنی مہارت حاصل کرلے کہ ایک سانس میں کم از کم تینتیس (۳۳) بار ذکر کرسکے۔

(۴) **وقوف عددی** : یعنی ذکر کے درمیان طاق عدد کا خیال رکھے یہ طریقہ حضرت خواجہ خضر علیہ السلام نے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کو تعلیم فرمایا تھا۔

(۵) ہمارے حضرت ایک نشست میں کم از کم گیارہ صد ایک (۱۱۰۱) بار ذکر کرنے کی تلقین فرماتے۔

ذکر نفی و اثبات کا بہترین وقت نماز تہجد کے بعد متصور ہے۔ جب کہ سالک کا معدہ خالی ہوتا ہے۔

حضرت مظہر میرزا جان جاناں شہیدؒ فرماتے ہیں کہ نفی و اثبات سامنے کا فاصلہ طے کرنے اور سلوک کے لئے مفید ہے اور حبسِ نفس سے اس کا ذکر تین صد بار (۳۰۰) سے کم فائدہ بخش نہیں ہے۔

---

[1] حضرت حافظ اللہ بچایاؒ [2] حضرت خواجہ محمد فضل علی قریشیؒ [3] پالینے والا

بیان ذکر تہلیل[1] لسانی

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے "جو شخص ایک بار "**لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه**" کہتا ہے۔ اس کا ذرہ بھر گناہ بھی باقی نہیں رہتا۔ اس کا بھی وہی طریقہ ہے جو ذکر نفی و اثبات کا ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ اس میں حبس دم یعنی سانس روکنے کی ضرورت نہیں۔ کیوں کہ یہ لسانی ذکر یعنی زبان کا ذکر ہے۔ اس کی ادنیٰ تعداد گیارہ تسبیح اور اعلیٰ تعداد پانچ ہزار بار یومیہ ہے۔

اگر سالک تعداد میں اور اضافہ کرے تو یہ امر زیادہ فوائد کے حصول کا موجب ہوگا۔

بیان ولایت صغریٰ

جب بعنایت الٰہی سالک کے ساتوں لطائف سے ذکر جاری ہو جائے۔ اور ذکر نفی واثبات کی کثرت مشق سے دل کی بارگاہ غیر سے خالی ہو جائے، ذکر مذکور میں فانی ہو جائے اور شرح[2] صدر کے بعد ذکر کی حقیقت اور جوہر دل ایک ہو جائیں تو اس حدیث قدسی کے بموجب (میں (یعنی اللہ تعالیٰ) زمیں و آسمان میں نہیں سماتا مگر بندہ مومن کے دل میں سماجاتا ہوں) وہ سلوک کی الف با ختم کر کے ولایت صغریٰ میں قدم رکھتا ہے۔ جو سات اسباق پر مشتمل ہے۔ اس ولایت میں سب سے پہلے مراقبہ احدیت تعلیم کیا جاتا ہے۔

(۱) مراقبہ احدیت: اس کی نیت اس طرح کرتے ہیں۔

"فیض آتا ہے۔ اس ذات بابرکات سے جو تمام صفات کاملہ کی جامع ہے اور ہر نقصان وزوال سے پاک ہے۔ موردِ فیض میرا لطیفہ قلب" ہے۔

"خطرات قلبی کے رفع ہونے کو جمعیت اور توجہ قلب بجانب حق سبحانہٗ کو حضور کہتے ہیں۔"

اس مراقبہ میں جمعیت قلب اور حصول نسبت کے لئے توجہ دی جاتی ہے جب جمعیت قلب اور حصول نسبت کے آثار سالک میں پیدا ہو جائیں۔ تو پیر طریقت کو چاہئے۔ کہ

---

[1] زبان سے "**لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه**" کہنا۔ [2] فنائے قلبی

حصول جذب کے لئے بجانب فوق توجہ صرف کرے۔ اس کے لئے عالم امر کے لطائف[1] خمسہ کے مراقبات تجویز کئے گئے ہیں۔ ان کی نیات[2] درج ذیل ہیں:

(۲) مراقبہ لطیفہ قلب:

اپنا لطیفہ قلب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطیفہ قلب مبارک کے مقابل تصور کرے اور زبان خیال سے یہ التجا کرے۔

"یا اللہ ان افعال تجلیات کا فیض جو تو نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطیفہ قلب مبارک سے حضرت آدم علیہ السلام کے لطیفہ قلب مبارک میں ڈالا ہے۔ پیران کبار کے طفیل میرے لطیفہ قلب میں بھی ڈال"۔

اثرات:

سالک کو اس مراقبے میں اپنے اور تمام مخلوق کے افعال حق سبحانہٗ کے افعال کے پرتو دکھائی دیتے ہیں۔ غم ومسرت کا احساس قلب سے محو اور ماسوا کا احساس یکسر فراموش ہو جاتا ہے۔ اس کو فنائے لطیفہ قلب کہتے ہیں۔

(۳) مراقبہ لطیفہ روح:

اپنا لطیفہ روح سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطیفہ روح کے مقابل تصور کرے۔ اور زبان خیال سے یہ التجا کرے۔

"**یا اللہ** ان صفات ثبوتیہ کی تجلیوں کا فیض جو تو نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطیفہ روح مبارک سے حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لطیفہ روح مبارک میں ڈالا ہے۔ پیران کبار کے طفیل میرے لطیفہ روح میں بھی ڈال۔"

اثرات:

حٰیوۃ، علم، بصر، قدرت، سمع، ارادہ اور اس قسم کی صفات کو صفات ثبوتیہ کہتے ہیں۔ سالک کی نظر جب اپنی ذات سے اور تمام مخلوق سے ان صفات کو غائب پائے۔ اور ان صفات کو حق سبحانہٗ کی صفات سمجھنے لگے تو لطیفہ روح کی فنا حاصل ہوتی ہے۔

---

[1] انہیں مراقبات مشارب بھی کہتے ہیں۔ [2] نیت کی جمع

(۴) مراقبہ سِرّ:

اپنا لطیفہ سِرّ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطیفہ سِرّ کے مقابل تصور کرے اور زبان خیال سے یہ التجا کرے۔

''یَا اَللّٰہ ان شیون ذاتیہ کی تجلیوں کا فیض جو تو نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطیفہ سِرّ مبارک سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لطیفہ سِرّ میں ڈالا ہے۔ پیران کبار کے طفیل میرے لطیفہ سِرّ میں بھی ڈال۔''

اثرات:

شیون شان کی جمع ہے۔ اس سے مراد اللہ تبارک وتعالیٰ کی وہ شیون ذاتیہ ہے جس سے وہ صفات ثبوتیہ کے ساتھ موصوف ہے۔ **قولہٗ تعالیٰ:**

''**کُلَّ یَوۡمٍ ھُوَ فِیۡ شَاۡنٍ**'' (وہ ہر روز ایک نئی شان میں ہے)۔

سالک اس مقام میں اپنی ذات کو حق سبحانہ کی ذات میں کھویا ہوا پاتا ہے۔ اسے حق سبحانہٗ کی ذات کے سوا اور کوئی ذات نظر نہیں آتی۔ وہ ذات وصفات الٰہیہ میں اس قدر فنا ہو جاتا ہے کہ مخلوق کے طعن وملامت کی مطلق پرواہ نہیں کرتا۔ اور کسی تعریف اور توصیف کی اسے خواہش نہیں رہتی۔ اسے فنائے لطیفہ سِرّ کہتے ہیں۔

(۵) مراقبہ لطیفہ خفی:

اپنا لطیفہ خفی سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطیفہ خفی کے مقابل تصور کرے۔ اور زبان خیال سے یہ التجا کرے۔

''یَا اَللّٰہ ان صفات سلبیہ کی تجلیوں کا فیض جو تو نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطیفہ خفی مبارک سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لطیفہ خفی مبارک میں ڈالا ہے۔ پیران کبار کے طفیل میرے لطیفہ خفی میں بھی ڈال۔''

صفات سلبیہ سے مراد یہ ہے کہ حق سبحانہٗ تمام عیوب ونقائص سے پاک ہے۔ وہ جسم وجسامت، مکانی وزمانی، حال ومحل، محدود ومتناہی اور عرض[1] وجوہر ہونے سے پاک ہے۔ وہ بے جہت وبے کیف اور بے نسبت وبے مثل ہے۔ اس کی ضد وند[2] اور ہمسر ومثل ہونا اس

---

[1] جو صفت خود قائم نہ ہو۔ [2] نظیر

کی بارگاہ سے مسلوب ومفقود ہے۔ وہ مادر و پدر اور زن و اولاد سے پاک ہے۔ کیوں کہ یہ سب حدوث[1] کے نشانات ہیں۔ اس سے نقص لازم آتا ہے۔

اثرات:

اس لطیفہ کی فنا یہ ہے کہ سالک اس مراقبے میں حق سُبحانہٗ وتعالیٰ کو تمام عالم سے ممتاز ومنفرد پاتا ہے۔ اور جملہ مظاہر سے مجرد و یگانہ دیکھتا ہے۔

(۲) مراقبہ لطیفہ اخفیٰ:

اپنا لطیفہ اخفیٰ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطیفہ اخفیٰ مبارک کے مقابل تصور کرے۔ اور زبان خیال سے یہ التجا کرے۔

''**یا اللہ** ان شانِ جامع کی تجلیوں کا فیض جو تو نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطیفہ اخفیٰ مبارک میں ڈالا ہے۔ پیران کبار کے طفیل میرے لطیفہ اخفیٰ میں بھی ڈال۔''

اثرات:

صفات وشیون کی اصل کو شان جامع کہتے ہیں۔ لطیفہ اخفیٰ کی فنا یہ ہے کہ اس مراقبے میں سالک کو اخلاق حضرت سُبحانہٗ وتعالیٰ اور اخلاق نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تخلق[2] واتصاف[3] اور آراستگی حاصل ہوتی ہے۔ اور یہی اثرات آئندہ مقامات میں پختہ ہوتے رہتے ہیں۔ اس مقام میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع تام بے حد ضروری ہے۔

عالم امر کے ان پانچوں لطائف کی فنا حاصل ہونے کے بعد دائرہ امکان کی سیر ختم ہو جاتی ہے۔ اس میں جمعیت، حضور، جذب لطائف اور حالات و واردات (جو فوق سے سالک پر وارد ہوتے ہیں اور سالک ان کی برداشت سے عاجز آ جاتا ہے) کا حصول بہت ضروری ہے۔

ہدایت

جاننا چاہئے کہ جو لطیفہ فیض کے ورود کا مقام ہو۔ مراقبے میں اسے ملحوظ رکھے اور حضرات مشائخ کرامؒ کے سلسلے میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک ہر ایک

---

[1] پیدائش [2] عادت ڈالنا [3] صفت رکھنا

کے اسی لطیفہ مبارک کو متقابل آئینوں کی مثل تصور کر کے اس کے مخصوص فیض کو تعاکس[1] کے طور پر لطیفہ مخصوصہ میں منعکس[2] سمجھے۔

(۷) مراقبہ ولایت صغریٰ (مراقبہ معیت):

ولایت صغریٰ کا ساتواں اور آخری مراقبہ مراقبہ ولایت صغریٰ ہے۔ یہ مراقبہ رتبہ ظلال[3] اسماء[4] وصفات[5] اور مقام اولیائے عظامؒ مسمےٰ بمراقبہ معیت ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے۔

آیۂ کریمہ "وَهُوَ مَعَكُم اَ ينماَ كُنتُم" (وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہ تم ہو) کے معنوں کو ملحوظ رکھ کر دل سے جانے کہ

"فیض آتا ہے۔ اس ذات سے جو میرے ساتھ اور کائنات کے ہر ذرے کے ساتھ اسی طرح ہے۔ جیسا کہ اس کا مقصد ہے۔ ولایت صغریٰ کے دائرہ کا منشا اولیائے عظامؒ کی ولایت اور اسماء وصفات مقدسہ کا سایہ ہے۔ مورد فیض میرا لطیفہ قلب" ہے۔

اس مراقبہ میں ذکر اسم ذات، ذکر نفی و اثبات اور تہلیل لسانی بلحاظ معنیٰ و رعایت موقوف قلبی ضروری اور واجب ہے۔ سالک کی سیر اس جگہ تجلی افعال الٰہیہ میں ہوتی ہے۔ اور ماسوائے فعل فاعل حقیقی کے اپنے اور جمیع مخلوق کے افعال نظر سالک سے مخفی ہو جاتے ہیں۔

اس مرتبہ میں فنائے قلبی حاصل ہوتی ہے اور دائرہ امکان کے باقی ماندہ اثرات کی تکمیل ہوتی ہے اور توجہ فوق سے ہٹ کر شش جہات[6] کا احاطہ کرتی ہے۔ پس جب لوح دل سے ماسوا کا خیال مٹ جائے اور توجہ الی اللہ میں اس قدر محویت اور استغراق ہو جائے کہ تکلف سے بھی غیر کا خیال پیدا ہونا دشوار ہو جائے اور تمام دنیاوی تعلقات کا رشتہ دل سے منقطع ہو جائے تو فنائے قلبی حاصل ہوتی ہے جو کہ ولایت کا پہلا قدم ہے۔ اور باقی کمالات کی تحصیل اس پر موقوف ہے۔ پیر طریقت کو چاہئے کہ جب تک خود یا سالک کے وجدان سے اس کے حالات میں تغیر و تبدل، جذب تام اور کمال جمیعت وحضور کو ملاحظہ نہ کرے۔ ان مقامات کی نسبت کے حصول کی ہرگز بشارت نہ دے کیونکہ یہ امر طریقہ عالیہ کی بدنامی کا سبب

---

[1] عکس ڈالنا [2] عکس قبول کرنے والا [3] ظل کی جمع سایہ [4] اسم کی جمع [5] صفت کی جمع [6] چھ اطراف

ہے۔ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد کے سوا ہر شے کی فراموشی لطیفہ قلب کی فنا ہے اور دوام حضور یعنی اس یاد میں اس طرح ثابت قدم رہنا کہ کسی وقت بھی غفلت نہ ہو لطیفہ قلب کی بقا کہلاتی ہے اور حصول بقا کے بعد سالک مقام حقیقت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس کو دائرہ ولایت صغریٰ کہتے ہیں۔

بیان ولایت کبریٰ

واضح رہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ سے قبل سیر سالکین صرف ولایت صغریٰ یعنی قلب پر موقوف تھی۔ شاذ و نادر ہی کسی سالک کو ولایت کبریٰ میں سیر نصیب ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آپؒ پر ولایت کبریٰ اور ولایت ملاءِ اعلیٰ (علیا) منکشف فرمائی۔ ان ولایتوں کی سیر آپ کے صاحب زادگان حضرت خواجہ محمد سعیدؒ اور حضرت خواجہ محمد معصومؒ نے بھی کی۔ ان کے بعد ان کے صاحب زادگان اور خلفاء کی بڑی تعداد اس نعمت سے مستفیض ہوئی۔ انشاء اللہ العزیز ان ولایتوں میں سیر کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا ارشاد ہے۔ کہ

''حضرت امام مہدی علیہ السلام اس طریقہ کی نسبت حاصل کریں گے اور یہ نسبت ان پر بدرجہ کمال ظہور کرے گی۔''

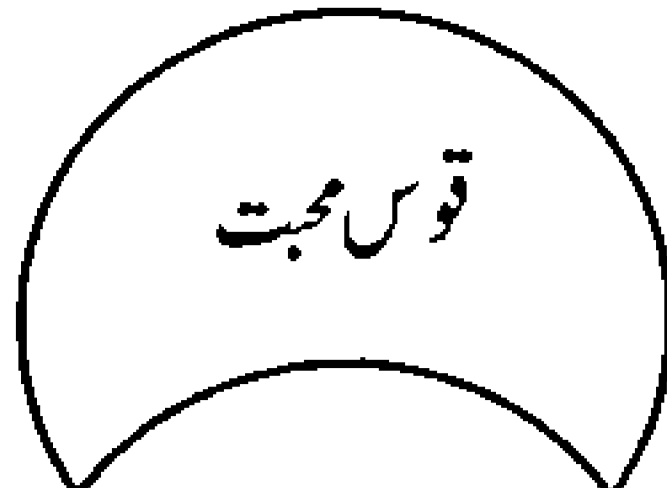
اس طرح ''سلوک نقشبندیہ'' ''سلوک نقشبندیہ مجددیہ'' کے نام سے موسوم ہوا۔ جن کے اسباق زنجیر کی کڑیوں کی طرح آپس میں ملحق ہیں۔ کمال فنا ولایت کبریٰ میں حاصل ہوتا ہے۔ ولایت کبریٰ سے مراد فنائے نفسی' رزائل سے اس کا تزکیہ' انانیت اور سرکشی کا زائل ہونا ہے۔ اس کو دائرہ اسماء و صفات و شیونات بھی کہتے ہیں کیونکہ اس میں تجلیات خمسہ (افعالیہ' ثبوتیہ' شیون ذاتیہ' سلبیہ اور شان جامع) کے محاذوں میں سیر واقع ہوتی ہے۔ اور یہ تین دائروں اور ایک قوس[1] پر مشتمل ہے۔

---

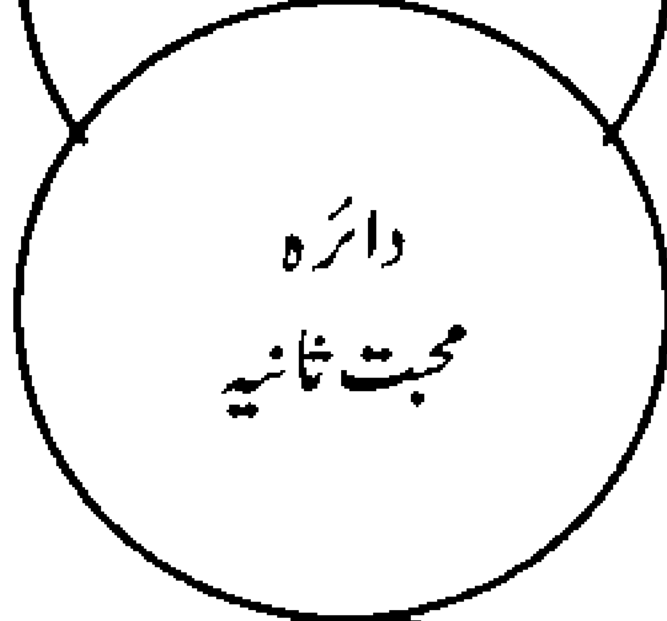
[1] دائرے کا ایک حصہ

خارطہ[1] دوائر ولایت کبریٰ

(۴)



(۳)



(۲)



(۱)



---

[1] دائروں کا نقشہ

ان کے مراقبات کی نیات درج ذیل ہیں:

(۱) دائرہ اقربیت:

آیۂ کریمہ: "**وَنَحنُ اَقرَبُ اِلَیهِ مِن حَبلِ الوَرِید**" (اور ہم قریب تر ہیں اس کے اس کی شہ رگ سے) کے مضمون کو ملحوظ رکھ کر از روئے باطن یہ جانے کہ

"فیض آتا ہے اس ذات سے جو مجھ سے میری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی مراد ہے۔ مورد فیض میرا لطیفہ نفس اور عالم امر کے پانچوں لطائف ہیں۔"

ولایت کبریٰ کے پہلے دائرے اقربیت کے فیض کا منشا انبیاء علیہم السلام کی ولایت ہے۔ اور وہ ولایت صغریٰ کے دائرہ معیت کی اصل سے واصل ہے۔ اس مقام میں تہلیل اور نفی واثبات بشرط مذکورہ موجب ترقی ہے۔ اس مقام کے حالات لطیفہ قلب کے مقابلے میں بے رنگ اور بے مزہ ہوتے ہیں۔ جب اس مقام کے فیوض سالک کے لطیفہ نفس پر وارد ہوتے ہیں تو وہ اپنے وجود ہستی کو مانند برف بمقابلہ آفتاب گداختہ[1] اور مضمحل پاتا ہے اور اسے ہر چیز بے رنگ دکھائی دیتی ہے۔

اس مقام کی ترجمانی مولانا حسرت موہانی مرحوم کے اس شعر سے بھی ہوتی ہے۔

؎ نمود جلوہ بے رنگ سے ہوش اس قدر گم ہیں
کہ پہچانی ہوئی صورت بھی پہچانی نہیں جاتی

اور یہ مقام وہ گھاٹی ہے جہاں سالک حیرتوں کے زاویہ میں خیرہ نظر ہو کر بھی پلٹنا نہیں چاہتا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تتبع میں یہی پکارتا ہے۔

"**اَللّٰھُمَّ زِدنِی تَحَیُّراً**" (میرے اللہ میری حیرت کو زیادہ کر)

(۲) دوسرا دائرہ محبت اولیٰ:

آیۂ کریمہ: "**یُحِبُّھُم وَ یُحِبُّونَہ**" (وہ ان کو دوست رکھتا ہے جو اس کو دوست رکھتے ہیں) کے مضمون کو ملحوظ رکھ کر دل میں یہ گزارے کہ

---

[1] پگھلا ہوا۔

''فیض آتا ہے اس ذات سے جو مجھ کو دوست رکھتی ہے اور میں اس کو دوست رکھتا ہوں۔ مورد فیض میرا لطیفہ نفس ہے۔''

ولایت کبریٰ کے دوسرے دائرے ''محبت اولیٰ'' کے فیض کا منشا انبیاء علیہم السلام کی ولایت ہے اور ولایت کبریٰ کے پہلے دائرے اقربیت کی اصل سے واصل ہے۔

(۳) تیسرا دائرہ محبت:

آیۃ کریمہ: ''يُحِبُّهُم و يُحِبُّو نَه'' کے مضمون کو ملحوظ رکھ کر دل میں یہ خیال لائے کہ فیض آتا ہے۔ اس ذات سے جو مجھے دوست رکھتی ہے اور اس کو میں دوست رکھتا ہوں۔ مورد فیض میرا لطیفہ نفس ہے۔

ولایت کبریٰ کے تیسرے دائرے ''محبت'' کے فیض کا منشا انبیاء علیہم السلام کی ولایت ہے اور یہ ولایت کبریٰ کے دوسرے دائرے محبت اولیٰ کی اصل سے واصل ہے۔

اس مقام میں تہلیل و نفی و اثبات بشرائط مذکورہ ترقی بخش ہیں۔ شرح صدر' کمال صبر' شکر دوام اور رضا و چون[1] و چرا کے حجاب حکم قضا سے اٹھ جاتے ہیں۔ مواعید[2] الٰہی پر یقین واثق ہو جاتا ہے۔ نفس مطمئن ہو جاتا ہے' سرکشی اور مجال مخالفت باقی نہیں رہتی۔

۴) قوس:

آیۃ کریمہ: ''يُحِبُّهُم و يُحِبُّو نَه'' کے مضمون کو ملحوظ رکھ کر دل میں یہ خیال کرے کہ فیض آتا ہے اس ذات سے جو مجھے دوست رکھتی ہے اور اس کو میں دوست رکھتا ہوں۔ مورد فیض میرا لطیفہ نفس ہے۔

ولایت کبریٰ کی قوس کا منشا انبیاء علیہم السلام کی ولایت ہے اور یہ ولایت کبریٰ کے تیسرے دائرے ''محبت'' کی اصل سے واصل ہے۔

ولایت کبریٰ کے ہر سہ دوائر[3] اور قوس کے اثرات کچھ اس طرح مرتب ہوتے ہیں کہ سالک کے نفس میں استہلاک اور اضمحلال پیدا ہو جاتا ہے۔ نفس کی انانیت اور سرکشی مغلوب ہو جاتی ہے۔ حسد' بخل' حرص' کینہ' تکبر' نخوت' حب جاہ اور اس قسم کی دوسری صفات رذیلہ کا تزکیہ ہو جاتا ہے۔ صبر و شکر' رضا' بحکم قضا' ورع' تقویٰ' زہد اور اس قسم کی دوسری

---

[1] بحث و تکرار۔ اگر مگر [2] میعاد کی جمع۔ وعدے [3] دائرے

صفات حمیدہ پیدا ہو جاتی ہیں۔ حسب استعداد شرح صدر یعنی سینے میں اس قدر وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ بیان سے باہر ہے۔ مواعید[1] الٰہیہ پر یقین کامل اور جملہ تکلفات شرعیہ اس کی نظر میں بدیہی[2] ہو جاتے ہیں۔ کسی دلیل کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ احکام الٰہی ادا کرنے میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اور قضا و قدر میں چون و چرا کی گنجائش نہیں رہتی۔ نفس مطمئن ہو جاتا ہے۔ توحید شہودی کی جلوہ گری کے بعد حقیقی اسلام سے مشرف ہو جاتا ہے۔ تمام احوال میں راضی برضائے الٰہی رہتا ہے۔ اپنی نیتوں اور اپنے اعمال کو ناقص جانتا ہے۔

حق تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی مشہود ہوتی ہے تو باطن پر ہیبت الٰہیہ کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ابتدا میں بیان ہو چکا ہے کہ ولایت صغریٰ میں (جو کہ انبیاء کرام اور ملائکہ عظام علیہم السلام کے ماسوا باقی تمام مخلوق کے مبادی[3] تعینات ہیں) سیر ہوتی ہے۔ اس مقام میں ذوق وشوق، دوام حضور اور نسیان[4] ماسوا فنا کی صورت میں حاصل ہوتی ہے۔ جس کو فنائے نفس کہتے ہیں۔ ان دونوں ولایتوں (ولایت صغریٰ و کبریٰ) کی سیر ''اسم الظاہر'' میں ہوتی ہے۔ اس لئے اسے ''اسم الظاہر کا سلوک کہتے ہیں اور یہ مراقبہ ''اسم الظاہر'' پر ختم ہوتا ہے۔

---

[1] وعدے [2] روشن [3] ظاہر کرنے والا [4] بھول

بیان ولایت عُلیا[1]

ولایت عُلیا پندرہ مراقبات پر مشتمل ہے۔ اس کے اسماء اور نیات اس طرح بیان کیے گئے ہیں:

(۱) مراقبہ "اسم الظاہر":

فیض آتا ہے اس ذات سے جو مسمےٰ باسم الظاہر ہے۔ مورد فیض میر الطیفہ نفس اور عالم امر کے پانچوں لطائف ہیں۔

اثرات: اس مراقبہ میں بیشتر فیض لطیفہ نفس پر وارد ہوتا ہے اور ایک قسم کی خنکی، آرام اور استغراق کامل کے ساتھ اسرار و مظاہر آشکار ہوتے ہیں۔ اس مقام میں ولایت کبریٰ کی نسبت تقویت و تکمیل ہوتی رہتی ہے۔ اور جاننا چاہئے کہ ولایت کبریٰ کے محاذات اور مقابل میں دائرہ سیف قاطع ہے۔ جب سالک اس دائرہ میں قدم رکھتا ہے۔ تو وہ اپنی ہستی کو کاٹنے والی تلوار کی مانند اس طرح کاٹ ڈالتا ہے کہ اس کا نام و نشان تک باقی نہیں چھوڑتا۔

مراقبہ اسم الظاہر میں تہلیل لسانی بشرائط مذکورہ بہت نفع بخش ہے۔ مراقبہ اسم الظاہر کے بعد ملائکہ عظام کے مبادی[2] تعینات کی سیر واقع ہوتی ہے۔ اس سیر کو "اسم الباطن" کی سیر کہتے ہیں۔ اس مراقبہ کی نیت اس طرح کرتے ہیں۔

(۲) مراقبہ "اسم الباطن":

"فیض آتا ہے اس ذات سے جو مسمےٰ باسم الباطن ہے۔ فیض کا منشا ولایت علیا کا دائرہ ہے جو کہ ولایت ملاء اعلیٰ ہے۔ مورد فیض ماسوائے خاک کے میرے تینوں عنصر ہیں۔"

اثرات: اس مراقبہ میں باطن کے اندر عجیب وسعت اور ملاء اعلیٰ[3] کے ساتھ مناسبت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ فرشتوں کا ظہور ہونے لگے۔ اس مقام میں ذکر تہلیل لسانی اور طویل قرات سے بکثرت نوافل پڑھنا ترقی بخش ہے۔

---

[1] بلند و اعلیٰ [2] مبدا کی جمع، ابتدائی [3] فرشتوں کی جماعت

(۳) مراقبہ "کمالات نبوت":

"فیض آتا ہے۔ اس ذات بحت[1] سے جو کہ نبوت کے کمالات کا منشا ہے۔ مورد فیض میری عنصر خاک کا لطیفہ ہے۔"

اثرات: اس مراقبہ میں اسماء وصفات اور تجلیات ذاتیہ کا فیض اخذ کیا جاتا ہے۔ یہاں جملہ ابتدائی معارف مفقود ہو جاتے ہیں۔ اور تمام سابقہ احوال بیکار اور بے کشش معلوم ہونے لگتے ہیں۔ باطن میں بے رنگی اور بے کیفی حاصل ہوتی ہے۔ ایمانیات اور عقائد حقہ میں یقین قوی ہو جاتا ہے۔ اس مقام کے معارف انبیاء علیہم السلام کی شریعتیں ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اسرار مقطعات قرآنی منکشف ہوتے ہیں۔ باطن میں اس قدر وسعت پیدا ہو جاتی ہے کہ صغریٰ و کبریٰ دونوں ولایتیں اس کے ایک کنارے میں مثل لاشے معلوم ہوتی ہیں۔ اس جگہ وصول ہے۔ حصول نہیں ہے۔ یہ انبیاء علیہم السلام کا مقام ہے اور تابعین کو تبعیت و وراثت سے حاصل ہوتا ہے۔ صفائی قلب، حقیقت اطمینان، اتباع آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، نسبت باطن میں کمال وسعت، بے کیفی اور یاس وحرماں حاصل ہوتا ہے۔ رویت کی تشبیہ حاصل ہوتی ہے۔ اگرچہ رویت کا وعدہ آخرت میں ہے۔ احکام شرعیہ، اخبار غیب، ذات حق و صفات حق، معاملہ قبر وحشر، بہشت و دوزخ و مافیھا اس مقام میں بدیہی اور عین الیقین کے درجہ پر حاصل ہو جاتے ہیں۔ کسی دلیل واستدلال کی ضرورت نہیں رہتی۔ غرضیکہ اس مراقبہ کی جو کیفیت سالک پر ظاہر ہوتی ہے۔ تحریر وتقریر اس کی توضیح سے عاجز ہے۔ اس مقام میں آداب وترتیل کے ساتھ قرآن خوانی، نوافل کی کثرت، حدیث شریف کی تعلیم و تدریس اور اتباع سنت بے حد فائدہ رساں ہے۔ اسباق آئندہ میں بھی یہی معمول ترقی بخش ہے۔

(۴) مراقبہ "کمالات رسالت":

"فیض آتا ہے۔ اس ذات بحت سے جو رسالت کے کمالات کا منشا ہے۔ مورد فیض میری ہیئت وحدانی ہے۔"

اثرات: ہیئت وحدانی سے مراد مجموعہ لطائف عالم امر وخلق ہے۔ حصول فنا اور تصفیہ وتزکیہ لطائف عشرہ کے بعد عالم امر وخلق کے جملہ لطائف میں جو اعتدال پیدا ہو جاتا ہے۔ اس

---

[1] خالص

ہیئت[1] کو ''ہیئت وحدانی'' کہتے ہیں۔ اس میں اور بعد کے مراقبات میں عروج ونزول اور انجذاب[2] تمام بدن کا حصہ ہے۔ اس مراقبہ میں بھی تجلی ذاتی دائمی کا فیض اخذ کیا جاتا ہے اور اس میں بھی کیفیات مراقبہ کمالات نبوت کی سی بے رنگیاں اور بے کیفیاں پیش آتی ہیں۔

(۵) مراقبہ کمالات ''اولوالعزم'':

''فیض آتا ہے۔ اس ذات بحت سے جو کہ کمالات اولوالعزم کا منشا ہے۔ مورد فیض میری ہیئت وحدانی ہے۔''

اثرات: اس مراقبہ میں ہردو کمالات سابقہ کی مثل فیض کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ پس ان ہر سہ کمالات میں تجلی' ذاتی دائمی کا فیض بے پردہ اسماء وصفات حاصل ہوتا ہے۔ نفس کے اندر کمال درجہ کا اضمحلال' وسعت باطن' وصل عریاں' حضور بے جہت' اتباع شریعت اور معارف وحقائق کا فیضان ہوتا ہے۔ اور ہر مقام میں پہلے سے زیادہ وسعت اور بے رنگی پیدا ہوتی ہے۔ اسرار مقطعات قرآنی اور متشابہات قرآنی کا انکشاف ہوتا ہے۔ جو کسی طرح ضبط تحریر میں نہیں لایا جا سکتا۔ عاشق ومعشوق کے وہ رموز جو بیان وسماعت سے ماورئی ہیں۔ اس مقام میں حاصل ہوتے ہیں۔ نوافل میں تلاوت قرآن پاک بہت فائدہ مند ہے۔

(تنبیہ): اس دائرہ سے دائرہ منصب قیوّمیت نکلتا ہے۔ اس منصب قیوّمیت سے مخصوص انبیاء علیہم السلام اور امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں خال خال اولیاء کرام مشرف ہوئے ہیں۔ اس مقام میں بندہ خاص پر اسماء **یَا حَیُ یَا قَیُوّم** کا فیضان ہوتا ہے۔ یہ دائرہ داخل سلوک نہیں ہے۔ مراقبہ کمالات اولوالعزم کے بعد دو راستے ہو جاتے ہیں۔ ایک راستہ حقائق الٰہیہ کا ہے۔ یہ تین دائرے ہیں۔ حقیقت کعبہ ربانی' حقیقت قرآن مجید اور حقیقت صلوٰۃ۔ دوسرا راستہ حقائق انبیاء علیہم السلام کا ہے۔ اس کے چار دائرے ہیں۔ حقیقت ابراہیمی' حقیقت موسوی' حقیقت محمدی اور حقیقت احمدی ان دونوں راستوں کے مراقبات کو حقائق سبعہ[3] کہتے ہیں۔

(۶) مراقبہ ''حقیقت کعبہ ربانی'':

''فیض آتا ہے۔ اس ذات بحت سے جو کہ تمام ممکنات کی مسجود الیہ ہے۔ اور کعبہ

---

[1] تعلق' کیفیت [2] جذب ہونا' کھچاؤ [3] سات حقیقتیں

ربانی کی حقیقت کا منشا ہے۔مورد فیض میری ہیئت وحدانی ہے۔''

اثرات : اس مقام میں اللہ تبارک تعالیٰ کی عظمت و کبریائی مشہود ہوتی ہے۔ سالک اپنے آپ کو اس شان سے متصف پا کر ممکنات کی توجہ اپنی جانب مبذول پاتا ہے۔

(۷) مراقبہ ''حقیقت قرآن مجید'':

''فیض آتا ہے۔ اس ذات سے جو کہ حضرت ذات کی بے چوں وسعت کا مبداء ہے۔ اور قرآن پاک کی حقیقت کا منشا ہے۔مورد فیض میری ہیئت وحدانی ہے۔''

اثرات : اس مقام میں شرح صدر ہو جاتا ہے۔ وسعت بے چوں میں احوال ظاہر ہونے لگتے ہیں۔کلام الٰہی کے بطون واسرار کا انکشاف ہوتا ہے۔کلام اللہ کے ہر حرف میں معانی کا ایک بے پایاں سمندر نظر آتا ہے۔ پندونصائح، قصص و حکایات اور اوامر و نواہی کی حقیقت منکشف ہوتی ہے۔قرآن پاک کی تلاوت کے وقت قاری کی زبان شجرہ موسوی[1] کا حکم رکھتی ہے۔ اور عارف کے باطن پر قرآن مجید کے انوار کے ظہور سے ایک ثقل (بوجھ) وارد ہوتا ہے۔

(تنبیہ) اس دائرے کے محاذات میں ''دائرہ حقیقت صوم'' واقع ہے۔اس کے انوار واسرار بھی اسی سے متعلق ہیں۔ یہ دائرہ بھی داخل سلوک نہیں ہے۔

(۸) مراقبہ ''حقیقت صلوٰۃ'':

''فیض آتا ہے۔حضرت ذات کی بے چوں کمال وسعت سے جو کہ حقیقت صلوٰۃ کا منشا ہے۔مورد فیض میری ہیئت وحدانی ہے۔''

اثرات : اس مراقبہ میں حضرت ذات بے چوں کی بدرجہ کمال وسعت ظاہر ہوتی ہے اور نماز کی حقیقت آشکار ہو کر **''اَلصَّلٰوۃُ مِعرَاجُ المُومِنِین''** (نماز مومنوں کی معراج ہے) کا راز منکشف ہوتا ہے۔ یہ مقام نہایت اعلیٰ وارفع ہے۔اس کی کیفیات بیان سے باہر ہیں۔ان ہر سہ حقائق الٰہیہ میں اضمحلال تمام وجود میں سرایت کر جاتا ہے۔اور وسعت باطن بتدریج اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے۔

---

[1] وہ درخت جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تجلی ہوئی تھی۔

(۹) مراقبہ "معبودیت صرفہ[1] [2]":

"فیض آتا ہے۔ اس ذات سے جو کہ معبودیت صرفہ کا منشا ہے۔ مورد فیض میری ہیئت وحدانی ہے۔"

اثرات:

یہ مقام معبودیت صرفہ ہے۔ اس کو لاتعین بھی کہتے ہیں۔ سالک کو اس مقام میں اس امر کا یقین کامل ہو جاتا ہے کہ معبود حقیقی کے سوا کوئی اور عبادت کے لائق نہیں ہے۔ گویا کلمہ طیبہ " **لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ**" کی اصل حقیقت اس جگہ منکشف ہوتی ہے۔ اس مقام مقدسہ میں عبادت نماز پر ترقی منحصر ہے۔ اس مقام کی سیر نظری ہے۔ سیر قدمی کی اس میں گنجائش نہیں۔

حقائق الٰہیہ کی سیر یہیں تک ہے۔ اب حقائق انبیاء علیہم السلام بیان ہوتے ہیں۔ یہ حقائق انبیاء علیہم السلام جو تعین حُبیؔ میں واقع ہیں۔ دراصل ولایت کبریٰ میں داخل ہیں چونکہ یہ آخر میں منکشف ہوئے ہیں۔ اس لئے سیر وسلوک میں متاخر ہیں۔ ان حقائق میں ترقی سید الابرار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت پر موقوف ہے۔ ان مراقبات کی تفصیل یوں ہے۔

(۱۰) مراقبہ "حقیقت ابراہیمی":

"فیض آتا ہے۔ اس ذات سے جو کہ حقیقت ابراہیمی کا منشا ہے۔ مورد فیض میری ہیئت وحدانی ہے۔

اثرات: اس مقام میں سالک کو حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے ساتھ خاص انسیت وخلت[3] اور بے خودی ومحبوبیت کے ظہور سے کمالات صفاتی اور محبوبیت اسمائی جلوہ گر ہوتی ہے۔ مقام خلت اسی سے کنایہ ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام اس مقام میں حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے تابع ہیں۔ سید الانبیاء آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ملت ابراہیم علیہ السلام کے اتباع پر مامور فرمایا۔ اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے درود کی حضرت ابراہیم علیہ السلام

---

[1] نفع وفائدہ کے معنوں میں مستعمل ہے۔ [2] حقائق الٰہیہ چار ہیں جن میں سے معبودیت صرفہ شامل ہے مگر مقامات فعلیہ کی ترتیب کو سامنے رکھتے ہوئے ادباً اس کا ذکر پہلے نہیں کیا گیا۔ [3] محبت

کے درود سے تشبیہ فرمائی۔ جیسا کہ نماز میں پڑھتے ہیں۔

اس مقام میں سالک سوائے ذات حق کے کسی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اگر چہ وہ اسماء وظلال[1] ہوں۔ اس مقام میں سالک کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ خصوصیت محسوس ہوتی ہے۔ مگر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ یہ سب کچھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا طفیل ہے۔ اس مقام میں درود ابراہیمی (جو نماز میں پڑھتے ہیں) کا بکثرت پڑھنا فیوض وبرکات اور ترقی کا باعث ہے۔

(۱۱) مراقبہ "حقیقت موسوی":

"فیض آتا ہے۔ اس ذات سے جو کہ حقیقت موسوی کا منشا ہے۔ مورد فیض میری ہیئت وحدانی ہے۔"

اثرات: اس مقام میں محبت ذاتی کا ظہور، استغنا اور بے نیازی کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض زبانیں کبھی کبھی بے ساختہ "**رَبِّ اَرِنِي اَنْظُرْ اِلَيْكَ**" پکار اٹھتی ہیں۔ اس مقام میں درج ذیل درود شریف کا بکثرت ورد نفع رساں ہے۔ "**اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ عَلٰى جَمِيْعِ الْاَنْبِيَآءِ وَ الْمُرْسَلِيْنَ خُصُوصاً عَلٰى كَلِيْمِكَ مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَام**"۔

(۱۲) مراقبہ حقیقت محمدی":

"فیض آتا ہے۔ اس ذات سے جو کہ حقیقت محمدی کا منشا ہے۔ مورد فیض میری ہیئت وحدانی ہے۔"

اثرات: اس مقام کو حقیقت الحقائق اور تعین اول بھی کہتے ہیں کیوں کہ اس مقام کے حقائق انبیاء وملائکہ علیہم السلام کی اصل ہیں اور دوسرے مقامات کے حقائق اس کے ظل کی مانند ہیں۔ اس مقام مقدس میں فنا وبقا مخصوص طرز پر ہوتی ہے۔ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک خاص قسم کا اتحاد میسر ہو جاتا ہے۔

یہ مقام حقائق انبیاء علیہم السلام اور کتب سماوی کے اسرار کا جامع ہے۔ سالک اس مقام میں تمام دینی اور دنیوی امور وحرکات میں حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مناسبت

---

[1] ظلل کی جمع، سایہ نور پرتو

ومشابہت کو عزیز رکھتا ہے۔ اس مقام کے اسرار اس قدر زیادہ ہیں کہ بیان نہیں کئے جا سکتے۔ علماء علوم ظاہری کا ان میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ اس مقام میں علم الحدیث کی تعلیم کا شوق اور رغبت کلی حاصل ہو جاتی ہے اور اس درود شریف کا بکثرت پڑھنا موجب ترقی ہے۔ "**اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَفْضَلَ صَلَوَاتِكَ عَدَدَ مَعْلُوْمَاتِكَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ**"

(۱۳) مراقبہ "حقیقت احمدی":

"فیض آتا ہے۔ اس ذات سے جو کہ حقیقت احمدی کا منشا ہے۔ مورد فیض میری ہیئت وحدانی ہے۔"

اثرات: یہ مقام محبوبیت ذاتی سے پیدا ہوتا ہے۔ اسی لئے اس مقام میں استغنا اور بے نیازی کی شان زیادہ کامل ہوتی ہے۔ اس مراقبے میں نسبت سابقہ غلبہ انوار کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے تو عجیب وغریب کیفیت حاصل ہوتی ہے۔ جو تحریر وتقریر میں بیان نہیں کی جا سکتی۔ بعض سالک اس مقام میں اپنے آپ کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے سامنے دیکھتے ہیں۔ اس مقام میں سالک ذات حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو بلا لحاظ صفات دوست رکھتا ہے۔ الغرض حقائق انبیاء علیہم السلام کے ساتھ عموماً اور سردار دو جہاں فخر انس وجاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خصوصاً کامل طور پر الفت وانسیت ہو جاتی ہے۔ اس مقام میں درود شریف (مذکورہ در مراقبہ حقیقت محمدی) بکثرت پڑھنا بہت سودمند ہے۔

(۱۴) مراقبہ "حب صرف"[1]:

"فیض آتا ہے۔ اس ذات سے جو حب صرف کا منشا ہے۔ مورد فیض میری ہیئت وحدانی ہے۔"

اثرات: اس مقام میں نسبت باطن میں کمال بلندی اور بے رنگی ظاہر ہوتی ہے اور یہ مرتبہ حضرت ذات مطلق ولاتعین کے بہت قریب ہے۔ اس لئے کہ جو چیز سب سے پہلے ظہور میں آئی وہ حب ہے۔ جو منشاء ظہور ومبداء[2] خلق ہے۔ اصل میں حقیقت محمدی یہی ہے۔ جو پہلے

---

[1] حقائق سبعہ کے بیان کے بعد دو مراقبات۔ مراقبہ حب صرف ومراقبہ دائرہ لاتعین سلوک مجددیہ میں شامل ہیں۔

[2] شروع ہونے کی جگہ۔ آغاز

بیان ہوئی وہ اس کا ظل ہے اور یہ مقام حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوسرے انبیاء علیہم السلام کے حقائق اس میں نہیں پائے جاتے۔ اس مقام میں بھی سیر قدمی نہیں ہے۔ بلکہ سیر نظری ہے اور نظر بھی عاجز و درماندہ اور سرگرداں ہے۔ اس مقام میں بھی درود شریف مذکورہ ''حقیقت محمدی'' کا ورد مفید ہے۔

(۱۵) مراقبہ ''دائرہ لاتعین'' :

''فیض آتا ہے۔ اس ذات بحت سے جو کہ دائرہ لاتعین کا منشا ہے۔ مورد فیض میری ہیئت وحدانی ہے۔''

اثرات: اس مقام میں حضرت ذات مطلق کا مرتبہ ہے اور تعین اول یعنی تعین حُبی سے پہلے ہے۔ اسی لئے اس کو لاتعین کہتے ہیں۔ یہاں اس ذات سے فیض حاصل کرنے کا مراقبہ کیا جاتا ہے۔ جو تعینات سے پاک و مبرا ہے۔ یہ مقام بھی حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔ یہاں بھی سیر نظری ہے۔ وہ بھی عجز و درماندگی کی حالت میں ہے۔

خلاصہ سلوک نقشبندیہ مجددیہ

تمام تر مذکورہ بیانات کا ماحصل یہ ہے جب استغراق و جذبات کے اثرات قلب پر مرتب ہوتے ہیں تو اسے ولایت صغریٰ کہتے ہیں۔ اس کے بعد استہلاک و اضمحلال جب نفس میں پیدا ہوتا ہے تو اسے ولایت کبریٰ کہتے ہیں۔ جب کمال استہلاک و اضمحلال اور فنائے انانیت حاصل ہوتی ہے تو اسے کمالات انبیاء علیہم السلام کہتے ہیں۔ اس کے بعد جب تمام وجود میں استہلاک و اضمحلال رسوخ حاصل کر لیتا ہے۔ اور بتدریج وسعت باطن میں کمال وسعت حاصل ہو جاتا ہے۔ تو اسے حقائق الٰہیہ کہتے ہیں۔ اس کے بعد انبیاء علیہم السلام خصوصاً سردار انبیاء علیہ السلام اور آپ کے تبعین[1] کے ساتھ انس و محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اصول ایمانیات اور عقائد حقہ مزید قوی ہو جاتے ہیں تو اسے حقائق انبیاء علیہ السلام کہتے ہیں۔ وہ سالک جو ان مقامات عالیہ کے مراقبات میں بکثرت مشغول رہتا ہے۔ ان مقامات کی ارتقائی کیفیت اور بے رنگیوں میں تمیز کر سکتا ہے۔

---

[1] تابعین: پیروی کرنے والے

اَلحَمدُلِلّٰہ کہ اسباق السالکین کے مشروح بیانات اسی کی عنایت کردہ استطاعت[1] اور استعانت[2] سے انجام پذیر ہوئے۔ کچھ ایسے نکات بھی ہیں جن کا بالواسطہ نہ سہی بلاواسطہ اسباق السالکین سے تعلق ضرور ہے۔ مثلاً ضرورت شیخ، صفات شیخ، صفات مرید اور آداب شیخ۔ ان کے علاوہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی (جو سلسلہ خواجگان کے سرحلقہ ہیں) کے چند کلمات قدسیہ جو اصطلاحات نقشبندیہ سے موسوم ہیں۔ اور انہی کے نصائح جو انہوں نے اپنے معنوی فرزند حضرت خواجہ اولیاء کبیر کو کی تھیں۔ ان سے آگاہ اور مستفیض ہونا ہر مبتدی اور منتہی کے لئے اشد ضروری ہے۔ آئندہ صفحات میں ''ضمیمہ جات'' کے تحت ان عنوانات پر مجملاً روشنی ڈالنے کی کوشش کی جائے گی۔ انشاءاللہ العزیز۔

---

1 مقدرت، توانائی 2 مدد

ضمیمہ اول

بیان ضرورت شیخ

سیکھنا اور سکھانا نہ صرف اصل حیات انسانی ہے۔ بلکہ مقتضائے انسانیت بھی ہے۔

القرآن: "وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا" (اور آدمؑ کو سب چیزوں کے نام سکھائے) یعنی خود ذات باری تعالیٰ نے اتالیق اول کی حیثیت سے آدم اول حضرت آدم علیہ السلام کی اتالیقی کا فرض سرانجام دیا۔ یہ واقعہ عالم بالا کا ہے۔

پھر قرب شجر ممنوعہ کے نتیجے میں آپ کو زمین پر اترنے کا حکم دیا گیا۔ زمین پر بسر اوقات کے لئے حضرت جبریل امینؑ نے آپ کو اصول زراعت اور آہنگری سکھائی۔ یعنی عمل کسب معاش سے روشناس کرایا۔

زاں بعد جب اس عالم سفلی میں نسل انسانی کا ظہور ہوا تو قابیل نے آتش حسد میں جل کر اپنے نیک سیرت بھائی ہابیل کے خون سے اپنے ہاتھ رنگ تو لئے مگر یہ تدبیر نہ سوجھی کہ کہاں اور کس طرح اپنے بھائی کے جسد مردہ کو ٹھکانے لگائے اور اسے لئے لئے پھرتا رہا۔

پایان کار ایک کوے پر نظر پڑی جو اپنی منقار[1] اور چنگل[2] سے زمین کھود کر اس میں اپنے مردہ ہم جنس کو دبا رہا تھا۔ قابیل نے اس کی تقلید کی اور ہابیل کے مردہ جسم سے پیچھا چھڑایا۔ گویا اس عالم اسباب میں تدفین کا فن ایک کوے نے انسان کو سکھایا۔

اس ضمن میں سورۃ علق (مکیہ) کی یہ پہلی پانچ آیات بھی فکر طلب ہیں۔ یہ آیات جملہ آیات اور سورتوں سے پہلے نازل ہوئیں۔ یہ نصوص مبداء رسالت بھی ہیں۔

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ٥ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ٥

(خالق کائنات کا نام لے کر پڑھ۔ (جس نے) آدمی کو منجمد خون سے بنایا)

اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ٥ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ٥

(پڑھ تیرا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے علم سکھایا قلم سے)

---

[1] چونچ [2] پنجہ

عَلَّمَ الاُنسانَ مالَم یَعلَم o

سکھایا آدمی کو وہ کچھ جو وہ نہ جانتا تھا

محولہ بالا آیات کا نزول اس وقت ہوا جب آپؐ غار حرا میں مصروف عبادت[1] تھے۔ جبریل امین نے آپ کے پاس آ کر کہا۔ آپ خدا کے رسول ہیں۔ ''پڑھیئے'' آپ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ دو تین بار کی تکرار کے بعد جبریل امین نے آپ کو سینے سے لگا کر بھینچا۔ پھر آپ نے یہ آیات پڑھیں۔

پہلی دو آیات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو تعلیم دی گئی اس کا مفہوم بظاہر یہ ہے۔ آپؐ اپنے رب کا نام لے کر پڑھیں۔ کیا وہ ایک امی کو قاری نہیں بنا سکتا جو انسان کو منجمد خون سے پیدا کر کے اشرف المخلوقات بنا سکتا ہے۔

سیکھنے اور سکھانے کی اہمیت محولہ بالا تین آیات سے بھی واضح ہے۔ ان میں فرمایا گیا ہے۔ پڑھیئے آپ کا رب بڑا ہی کریم ہے۔ جس نے علم کو قلم سے سکھایا اور انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔

اور حضور اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے۔ **''اَدَّبَنِي رَبِّي''** (میرے رب نے مجھے ادب سکھایا)

قرآن پاک ہمارا ضابطہ حیات و اخلاق ہے۔ ہم اس کے احکام پر اسی صورت عمل پیرا ہو سکتے ہیں جب ہمیں اس کے محکمات اور متشابہات سے کماحقہ آگاہی حاصل ہو گی۔ اس حصول آگاہی کے لئے بھی ہمیں کسی عالم دین سے استفادہ کرنا ہو گا۔

حضرت موسیٰ کلیم اللہ ہونے کی سعادت، بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کی پیش وائی حاصل کرنے کے بعد علم لدنی کے حصول کے لئے انہیں خضر علیہ السلام سے اس طرح التماس کرنا پڑی۔

''هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا o''

(کیا میں آپ کے پاس رہوں۔ بشرطیکہ آپ مجھے علم لدنی سے جو آپ کو سکھایا گیا ہے۔ کچھ

---

[1] اللہ کی یاد میں مراقب ہوتے ہوں گے کیونکہ ابھی وہ نماز جو قیام اور رکوع وسجود سے عبارت ہے۔ فرض نہیں ہوئی تھی۔

مجھے سکھائیں)

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا۔

"اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْراً o" (بے شک تو میرے پاس رہ کر صبر نہ کر سکے گا)

ہمارا ابتدائی مرحلہ ایمان اس وقت تک طے نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہم کلمہ شہادت سیکھ کر اقرار باللسان نہ کریں۔ گویا کفر و شرک کی ظلمتوں سے نکل کر ایمان وایقان کی روشنی میں آنے کے لئے بھی ہمیں کسی سکھانے والے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اس کے بعد ہم ارکان خمسہ کو سیکھتے ہیں۔ اس کے لئے بھی ہمیں کسی استاد یا عالم دین کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کرنا پڑتا ہے۔ اسی سے ہم اسلام کی ابتدائی باتیں اور پنجگانہ فرائض کے احکام کی بجا آوری کا ادب سیکھتے ہیں۔

الغرض ہر فن، ہر عمل اور ہر ہنر کو سیکھنے کے لئے کسی استاد یا کسی ماہر فن کی ضرورت ہوتی ہے۔ مادی علوم میں آج کون سا ایسا علم ہے اور دستکاری کے پیشوں میں کون سا ایسا پیشہ ہے جس کو سیکھنے کے لئے کسی استاد یا ماہر فن کی ضرورت نہ ہو۔

کہا جاتا ہے کہ **تمسُّك**[1] **بالکتاب**[2] **والسُّنّه**[3] کے بعد کسی رسمی پیر سے وابستگی کی کیا ضرورت ہے۔ سارا مغالطہ سوال کے اس لفظ "رسمی" میں موجود ہے۔ "رسمی" تو کسی شے کی بھی ضرورت نہیں۔ نہ رسمی اسلام کی نہ رسمی اتباع رسول مقبولؐ کی نہ رسمی تمسک بالکتاب کی۔ لیکن حقیقی اسلام، حقیقی ایمان اور حقیقی تمسک بالکتاب والسنۃ کسی زندہ شخصیت کے بغیر کیوں کر ممکن ہے۔

واضح رہے جس طرح مختلف علوم وفنون اور گوناں گوں پیشوں کے اکتساب کے لئے اساتذہ اور ماہرین فن کی ضرورت ہوتی ہے، بعینہ راہ طریقت کو طے کرنے اور عالم یقین میں پہنچنے کے لئے شیخ کامل، ہادی دین اور صاحب ولایت وتصرف کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔

جملہ معترضہ کے طور پر یہاں اس امر کا اظہار بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ وقت رواں میں پیری مریدی نے ہمیں اور ہمارے معاشرے کو نفع کم اور نقصان زیادہ پہنچایا ہے۔

---

[1] گرفت [2] قرآن [3] سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اس کی بظاہر دو بڑی وجود ہیں۔

وجہ اول : قرون وسطیٰ کی وہ خانقاہیں جو کبھی رشد و ہدایت کا سرچشمہ تھیں اب بکسر تنک آب ہوچکی ہیں۔ (**اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰه**) مگر لکیر کے فقیر آج بھی ان میں بیکار موتیوں کی تلاش کرتے ہیں۔ ان خانقاہوں کی حیثیت اب محض ٹکسال کی سی ہے۔

وجہ ثانی : وہ پیر ہیں جنہیں آتا جاتا تو کچھ نہیں یا جو رسمی سلوک پڑھ کر خواہشات نفس کا احترام کرنے لگ گئے ہیں۔ یہ لوگ حقیقتاً صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے ہیں اور امت مسلمہ کو سیدھی راہ سے بھٹکا رہے ہیں۔ خواہشات نفس مادی ضروریات سے پیدا ہوتی ہیں۔ پھر ان کا لامتناہی سلسلہ ختم نہیں ہوتا۔ ان کی تکمیل کے لئے وافر سرمایہ کی فراہمی امر لابد[1] ہے۔ انہیں کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ ''یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا کو دنیا کے لئے ترک کرتے ہیں۔'' یعنی حقیقت میں یہ لوگ تارک الدنیا نہیں ہوتے بلکہ دنیا کو حاصل کرنے کے لئے تارک الدنیا کا بہروپ بھر لیتے ہیں اور فرمایا: ''دنیا مکر ہے اسے مکر ہی سے حاصل کر سکتے ہیں۔'' اور فرمایا: ''جو باطن ظاہر کے خلاف ہو وہ باطل ہے۔''

بہرصورت ''پیری مریدی'' کا شغل ان بہروپیوں کا ذریعہ معاش اور کاروبار ہے۔ ان کی وجہ سے اب اچھے مشائخ بھی اچھی نظر سے دیکھے نہیں جاتے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ان کی چیرہ دستیوں سے محفوظ رکھے۔

وجوہ ذیل کی بناء پر بھی ضرورت شیخ مسلّم ہے۔

(۱) کعبہ ظاہری کی ظاہری راہ بھی راہنما اور راہ شناس کے بغیر طے نہیں ہوسکتی۔ حالانکہ اس راہ پر چلنے والے کے پاس راہ دیکھنے والی آنکھیں بھی ہوتی ہیں۔ اور مقررہ فاصلے کو طے کرنے کے لئے پاؤں میں قوت بھی ہوتی ہے۔ مناسک حج کی بجا آوری کی سعادت بھی معلم کے بغیر ممکن نہیں۔

مبتدی سالک' راہ طریقت میں نہ تو پہلے نظر رکھتا ہے اور نہ قدم۔ یقیناً ایسے گھنے اور بے کنار جنگل کی پر پیچ راہیں کسی دیدہ ور مخلص راہنما کے تعاون کے بغیر طے نہیں ہوسکتیں۔

(۲) جس طرح ظاہری راہ میں چور اور راہزن ہوتے ہیں اور بدرقہ[2] کے بغیر راہ طے نہیں

---

[1] ضروری [2] نگہبان اور راہ گیر

ہوتی۔ اسی طرح حقیقت کی راہ میں مال و اسباب' دنیاوی زینت' ہوائے نفس اور شیاطین و انس سب راہزن ہیں۔ کسی صاحب ولایت کو بدرقہ بنائے بغیر یہ راہ قطعاً طے نہیں ہوتی۔

(۳) یہ راہ پھسلنوں' آفات اور شبہات سے اٹی ہوئی ہے۔ اس راہ میں قسم قسم کی الجھنیں اور طرح طرح کی رکاوٹیں ہیں۔ حتیٰ کہ فلاسفہ بھی شکوک و شبہات میں پڑ کے دین و ایمان کی دولت سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ دہریئے' ماہرین طبیعات' ملاحدہ اور اہل بدعت کے احوال بھی ان سے مختلف نہیں۔ انہوں نے اس راہ کو شیخ کامل اور واصل حق راہبر کے بغیر طے کرنا چاہا۔ مگر اس کی پھسلنوں پر ان کے پاؤں جم نہ سکے۔ اور وہ الگ الگ متزلزل' شبہات کی وادیوں میں پھنس کر ہلاک ہو گئے۔

پائے استدلالیاں چوبیں بود
پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

وہ صاحبان سعادت جنہوں نے مشائخ کامل کی حمایت میں اس راہ کو طے کیا۔ انہوں نے اس کی تمام پھسلنوں اور شبہات و آفات کو دیکھا۔ جو اہل بدعت کے ہر گروہ کو پیش آتی ہیں۔ لیکن مشائخ کامل کی حمایت و تعاون کی وجہ سے وہ سلامتی کے ساتھ راستہ طے کر گئے اور جملہ مہالک[1] سے خلاصی پا گئے۔

(۴) اس راہ کو طے کرنے والے طرح طرح کی آزمائشوں' صبر آزما تاخیر' الکسی[2] اور بے شمار وقفوں سے دوچار ہوتے ہیں کوئی صاحب تصوف شیخ ہی ان کو ان وقفوں کی صعوبت سے نکال کر جوش طلب اور صدق ارادت کو ابھار سکتا ہے۔

(۵) اس راہ میں سالک بعض ایسے روحانی مقامات پر بھی پہنچ جاتا ہے۔ جہاں اس کی روح بشریت اور آب و گل کے لباس سے تنہا ہو جاتی ہے۔ اور صفات حق کا پرتو اس پر پڑتا ہے تو اسے بے خود بنا دیتا ہے۔ چونکہ دل کا آئینہ صاف ہوتا ہے۔ اس لئے تجلی روح کے عکس کو قبول کر لیتا ہے وہ انا الحق[3] اور سبحانی کا ذوق اپنے آپ میں معلوم کرتا ہے۔ اور یہ سمجھتا ہے کہ

---

[1] مہلکہ کی جمع' جائے ہلاکت [2] تھکاوٹ [3] نزول ذات حق کا عالم

انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام میں سے کسی کو یہ مقام حاصل نہیں۔ ایسے بھنور میں شیخ کا تصرف ولایت جو ایک صورت لطف ہے۔ اگر اس کی دستگیری نہ کرنے تو ایسے مواقع پر زوال ایمان کے خوف کے ساتھ حلول والحاد کے مصائب کی توقع بھی ہوتی ہے۔ امام الطریقہ حضرت خواجہ نقشبندؒ فرماتے ہیں۔ اگر منصور حلاج میرے عہد میں ہوتا تو ''انا الحق'' کبھی نہ کہتا۔

(۶) اس راہ میں اثنائے سلوک کئی دکھاوے ظاہر ہوتے ہیں اور کئی واقعات سالک پر منکشف ہوتے ہیں۔ یہ واقعات مرتبہ مرید کے عروج یا زوال کے عیب کا اشارہ اس کے دل کی صفائی یا کدورت کا نشان، نفس کی نیک یا بد صفات کی شناخت، دنیاوی یا اخروی حجاب کی علامت یا شیطانی، نفسانی اور رحمانی احوال ہوتے ہیں۔ ان واقعات سے متعدد معنی نکلتے ہیں۔ جن کی سالک مبتدی کو مطلق خبر نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ یہ غیب کی زبان ہے۔ اور غیب کی زبان اہل غیب ہی جانتے ہیں۔ ایسے موقع پر وہی شیخ دستگیر ہو سکتا ہے۔ جسے تائید الٰہی حاصل ہو اور تاویلات غیبی کا معلم ہو جس نے سالہا سال تک مشائخ کی خدمت میں رہ کر ایسے واقعات کی تاویلات کی مہارت حاصل کی ہو اور غیب کی زبان سیکھی ہو، جو مرید کے احوال کا کشف اور واقعات کی تاویل کر سکے۔ اور اسے بتدریج زبان غیب سکھائے۔ بصورت دیگر مرید ان اشارات غیبی کی تاویلات سے عاری رہے گا وہ ائندہ کی ترقی سے محروم رہے گا۔ آئندہ کی ترقی سے محروم رہے گا تو اسے مقامات کی معرفت حاصل نہ ہوگی۔

(۷) اس راہ میں جو سالک اپنے قدم کی قوت سے سیر کرتا ہے۔ وہ سالہا سال میں اس راہ کا ایک مقام بھی طے نہیں کر سکتا۔ کیونکہ مبتدی کی سیر کمزور چیونٹیوں سے بھی کم رفتار ہوتی ہے اور اس راہ میں ایسے مقامات بھی آتے ہیں جنہیں اڑ کر عبور کرتے ہیں اور مبتدی سالک میں اڑنے کی طاقت نہیں ہوتی۔ اس کی مثال اس مرغ کی سی ہے جو ابھی بیضہ[1] ہو اور حالت مرغ کو نہ پہنچا ہو۔ اور مرغ کی حالت کو مرغ کے تصرف کے بغیر نہیں پہنچ سکتا۔ پس شیخ مرغ کی طرح ہے۔ مرغ بے پر و بال جب شیخ کی ولایت کی شہپروں پر بیٹھتا ہے تو اس راہ کے لمبے راستوں کو جنہیں وہ عمر بھر میں طے نہیں کر سکتا۔ کم عرصے میں، طے کر لیتا ہے۔ اور جس عالم میں وہ اڑ نہیں سکتا شیخ کی پیروی میں اڑ سکتا ہے۔

---

[1] انڈا

ضمیمہ دوم

بیان صفات شیخ

بعنایت الٰہی اثنائے مطالعہ اگر کسی قاری کو دل میں اس امر کا شوق پیدا ہو گیا ہو کہ وہ اس راہ[1] میں قدم زنی کرے تو اسے چاہئے کہ خلوص دل سے کسی کامل شیخ کی جستجو کرے۔ اس کے لئے اگر اسے دور افتادہ رقبوں میں بھی جانا پڑے تو بھی تامل نہ کرے۔

اَلقُراٰن : "یَآ اَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُوْ اللّٰہَ وَ بتَغُوْ اِلَیہِ الوَسِیلَۃَ وَ جَاھِدُا وْ فِیْ سَبِیلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفلِحُوْنo " (مائدہ۔۳۵)

(اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو تا کہ تم فلاح پاؤ)

جستجوئے شیخ کے دوران میں ان امور کو ذہن میں رکھے۔ شیخ ایسا ہو جس نے مشائخ کی صحبت میں رہ کر طویل عرصہ تک ادب حاصل کیا ہو۔ اور وہ نور باطن اور اطمینان کی دولت سے مشرف ہو۔ یہ اس لئے ضروری ہے کہ سنت الٰہی یونہی جاری و ساری ہے۔ کہ کسی انسان کو اس وقت تک مراد نہیں ملتی جب تک اس نے مراد پانے والوں کو نہ دیکھا ہو۔ جس طرح صحبت علماء کے بغیر علم حاصل نہیں ہوتا۔ علیٰ ہذا القیاس دوسرے پیشوں کے احوال بھی یونہی ہیں۔ شیخ کی جستجو بڑی کاوش اور لگن سے کرے۔ تا کہ اس میں سہو واقع نہ ہو۔ روایت ہے۔ "اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں جن کے وجود دنیا میں بارش کی طرح ہیں۔ اگر وہ زمین پر برسیں تو نباتات اگتی ہیں، سمندر میں برسیں تو موتی پیدا ہوتے ہیں۔"

بہر کیف جب کسی شیخ پر اعتماد جم جائے تو پھر اس سے بیعت کر کے اس کا ہم صحبت ہو جائے۔

---

[1] رہ طریقت جو محبت کی راہ ہے۔

بیعت کیا ہے؟

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ''القول الجمیل'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ رسم بیعت مسنون ہے۔ بیعت صرف بیعت خلافت تک محدود نہیں۔ عہد نبوت میں بیعت کی متعدد صورتیں رائج تھیں۔ مثلاً بیعت اسلام' بیعت ہجرت' بیعت جہاد اور بیعت توبہ وتقویٰ۔ بیعت کی یہ اقسام احادیث سے ثابت ہیں۔ صوفیہ کی مروجہ بیعت' بیعت توبہ وتقویٰ کی قسم سے تعلق رکھتی ہے۔ بیعت ''بیع'' سے ہے۔ یعنی بیعت وہ معاہدہ ہے جس میں مرید اپنا آپ مرشد کے پاس بیچ ڈالتا ہے۔ اور ہمہ وقت اور ہر حال میں مرشد کی اطاعت کا دم بھرتا ہے۔ بیعت توبہ وتقویٰ سے مراد یہ ہے کہ مرید اپنے کئے ہوئے گناہوں سے تائب ہو کر یہ عہد کرے کہ میں آئندہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام اور اتباع کی تعمیل میں زندگی گزاروں گا۔

القرآن: اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک لوگوں سے محبت کرتا ہے۔''

ایضاً: ''سلامتی اس کے لئے ہے۔ جس نے ہدایت کی پیروی کی۔''

حدیث مبارکہ میں وارد ہے۔

''گناہوں سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہو جاتا ہے۔ جس نے کبھی گناہ نہ کیا ہو۔ بشرطیکہ وہ آئندہ گناہ نہ کرے۔''

شیخ کی ذات میں ان بیس صفات کا بکمال ہونا بے حد ضروری ہے۔ کوئی صفت جس قدر کم ہو گی۔ اسی قدر شیخ کے مرتبے میں خلل اور نقصان واقع ہو گا کیوں کہ

بمصداق: **الشَّیخُ یُحیِیُ وَ یُمِیتُ یُحیِیُ القَلبَ وَ یُمِیتُ النفس''**

(شیخ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ دل کو زندہ کرتا ہے اور نفس کو مارتا ہے)

(۱) علم شریعت:

چاہیئے کہ شیخ احکام شریعت سے باخبر ہوتا کہ اگر مرید کو کسی مسئلہ کی احتیاج واقع ہو تو اسے حل کر سکے۔

(۲) اعتقاد نیک:

چاہیئے کہ شیخ کا اعتقاد اہلسنت والجماعت کے اعتقادات کے موافق ہو اور وہ بدعات سے آلودہ نہ ہو۔

(۳) عقل:

چاہیئے کہ شیخ عقل دینی کے ساتھ معاش دنیوی کی عقل بھی رکھتا ہو۔ تاکہ وہ مرید کی تربیت میں شیخوخت[1] سے کوشش کرے۔

(۴) سخاوت:

چاہیئے کہ شیخ بوقت احتیاج مرید کی معاشی ضروریات کو بھی پورا کر سکے۔ تاکہ وہ اطمینان کے ساتھ امور دین میں مشغول رہے۔

(۵) شجاعت:

چاہیئے کہ شیخ شجاع' دلیر اور نڈر ہو۔ تاکہ اوامر ونواہی کی بجا آوری میں خلقت کی ملامت سے نہ ڈرے اور حاسدوں کے حسد سے خائف نہ ہو۔

(۶) پاک دامن:

چاہیئے کہ شیخ پاک نفس ہو۔ تاکہ اس کی ذات پر کوئی شک نہ کرے اور مرید کی ارادت میں فساد واقع نہ ہو۔

(۷) علو ہمت:

چاہیئے کہ شیخ دنیا اور اہل دنیا کی طرف توجہ نہ کرے۔ مگر ضرورت کے مطابق۔ لوگوں کے مال کی طمع نہ کرے۔ تاکہ مرید پر اعتراض وارد نہ ہو۔ اور اس کی ارادت میں فرق نہ آئے۔ کیوں کہ اعتراض سے بڑھ کر مرید کیلیئے کوئی فتنہ یا آفت نہیں۔

(۸) شفقت:

چاہیئے کہ شیخ مرید پر مشفق ہو اور اسے آہستہ آہستہ کام کی حرص دلائے۔ تاکہ اس پر یک بارگی بوجھ نہ پڑے۔ جس کے اٹھانے کی اس میں طاقت نہ ہو۔

---

[1] بزرگی

(۹) حلیم :

چاہیئے کہ شیخ حلیم اور بردبار ہو۔ زود رنج نہ ہو۔ اور مریدوں کو رنجیدہ نہ کرے۔ مگر تادیب[۱] کی ضرورت کے موافق۔

(۱۰) عفو :

چاہیئے کہ شیخ میں درگزر کی صلاحیت ہو۔ تا کہ اگر مرید سے کوئی ناپسندیدہ (جو شریعت اور طریقت کے خلاف ہو) حرکت ظہور میں آئے تو اسے معاف کر دے۔ اور اس کا نصیحت سے علاج کرے۔

(۱۱) خوبی خلق :

چاہیئے کہ شیخ خوش خو ہو۔ کیوں کہ مرید کا وجود شیخ کے اخلاق' افعال اور احوال کا آئینہ ہوتا ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے۔

''مشائخ کی ولایت کا جمال مریدوں کے احوال کے آئینے میں مشاہدہ کر سکتے ہیں۔''

(۱۲) ایثار :

چاہیئے کہ شیخ ایثار پیشہ ہو تا کہ وہ مریدوں کی مصلحتوں کو اپنی مصلحت پر ترجیح دے سکے اور اپنے مال کو ان پر ایثار کر سکے۔

(۱۳) کرم :

چاہیئے کہ شیخ اہل کرم ہو یعنی اس میں ولایت کا کرم ہو تا کہ وہ مرید کو ولایت عطا کر سکے۔ حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ خدائی بخش ہوتے ہیں۔

(۱۴) توکل :

چاہیئے کہ شیخ میں توکل کی قوت بدرجہ کمال ہو تا کہ مریدوں کے رزق کے بارے میں متردد نہ ہو اور مریدوں کو اپنی معیشت کے اسباب کے خوف سے رد نہ کرے خواہ ایک ہو خواہ ایک ہزار۔ یہی جانے کہ جو آتا ہے۔ روزی اس کے پیچھے آتی ہے۔ یا پہلے آ جاتی ہے۔

(۱۵) تسلیم :

چاہیئے کہ شیخ میں ''غیب'' کی تسلیم ہو۔ نہ مریدوں کی زیادتی سے خوش ہو نہ ان کے

---

[۱] ادب سکھانا

چلے جانے سے مغموم ہو۔ اپنے کام میں سستی نہ کرے۔ اور یہ نہ کہے کہ میں بے فائدہ تکلیف اٹھا رہا ہوں ان سے کنارہ کشی نہ کرے بلکہ ساری حالتوں میں سر تسلیم خم رکھے۔

(۱۶) رضا بقضاء:

چاہیئے کہ شیخ راضی برضائے الٰہی ہو۔ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کی قضا پر راضی رہے اور مریدوں کی تربیت ''شخصیت'' کی شرائط کے مطابق کرے۔

(۱۷) وقار:

چاہیئے کہ شیخ مریدوں کے ساتھ عزت اور حرمت کے ساتھ زندگی بسر کرے تاکہ مرید گستاخ اور دلیر ہوکر ولایت کی مدد سے محروم نہ رہ جائیں۔ جس قدر شیخ کی عظمت اور وقعت مرید کے دل میں زیادہ ہوگی اسی قدر ولایت کی مدد زیادہ ہوگی۔ یہ ایک بھید ہے جو بڑا بھاری ہے۔

(۱۸) سکونت:

چاہیئے کہ شیخ میں سکونت ہو۔ یعنی دولت سکون سے مالا مال ہو۔ اور کاموں میں عجلت سے کام نہ لے۔ مریدوں میں بتدریج تصرف کرے۔ تاکہ مرید پختہ کار ہو جائے۔

(۱۹) ثبات:

چاہیئے کہ شیخ اپنے امور میں ثابت قدم رہے اور ارادے کو پختہ کر کے مرید کے ساتھ وفاداری کے ساتھ نیک عہد و پیمان پر قائم رہے۔

(۲۰) ہیبت:

چاہیئے کہ شیخ باہیبت ہو اور مرید کے دل میں اس کی طرف سے ہیبت' عظمت اور شان وشکوہ ہو تاکہ وصل وفراق میں شیخ کی محبت اس کے دل میں جاگزیں رہے۔ اس طرح شیطان کو اس بات کی جرأت نہ ہوگی کہ وہ مرید میں کوئی تصرف کر سکے۔

جب شیخ میں یہ کمالات' مقامات' کرامات' صفات اور اخلاق پائے جاتے ہوں تو صادق مرید اور محقق طالب عرصہ قلیل میں اس کی ولایت کے سایہ میں اپنے مقصد اور مقصود کو پہنچ جاتا ہے۔ مرید کو بھی چاہیئے کہ وہ لوازم ارادت سے آراستہ ہو اور ارادت کے آداب و شرائط ملحوظ رکھے۔

ضمیمہ سوم

صفات مرید

مرید کی ارادت (مریدی) کا اصل راز محبت شیخ ہے۔لفظ ''صحابی'' بھی صحبت ہی کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔اور شیخ کے مفہوم کی جانب گذشتہ باب (ضمیمہ دوم) میں اشارہ ہو چکا ہے یعنی وہ شخص جس کے نفس کا تزکیہ اس حد تک ہو چکا ہو کہ وہ اپنی رفاقت سے دوسروں کے نفوس کا بھی تزکیہ کر سکے' وہ کامل جو دوسروں کو بھی کامل بنا سکے اور وہ مصلح جس کی ہم نشینی دوسروں کی فطری صلاحیتوں کو ابھار سکے۔

مرید ہونے کے معنی اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ جس کے پاک وصالح ہونے پر بھروسہ ہو' جس کے تزکیہ نفس پر اعتماد ہو' یا صوفیوں کی اصطلاح میں جس سے قلب کو ''ارادت'' ہو اس کی خدمت میں اطاعت و نیازمندی کے ساتھ حضوری رکھی جائے۔ یہ ارادت (مریدی) کلام پاک کے حکم ''**وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ**'' کی عین تعمیل ہے۔پوری آیت کریمہ کے الفاظ یہ ہیں۔

''يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ''

(اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور صادقوں کی معیت اختیار کرو)

گویا محض ایمان کافی نہیں۔ ایمان والے تو مخاطب ہیں۔ ایمان تو پہلے قائم ہو چکا ہے۔اب اس کے بعد حکم ہوتا ہے۔''اللہ سے تقویٰ اختیار کرو'' یعنی (صدق دل سے صوم و صلوٰۃ کی پابندی کرو اور ادائے حقوق سے چشم پوشی نہ کرو) لیکن یہ سارے اعمال بھی کافی نہیں۔پھر دوسرا حکم ملتا ہے۔کہ صادقوں کی معیت اختیار کرو' راست بازوں کی صحبت میں رہو' اور پاکوں کی پیروی کرتے رہو۔یہی مریدی ہے۔

واضح رہے کہ ارادت ایک بیش بہا دولت ہے۔اور تمام نیک بختیوں کا بیج ہے۔ یہ کوئی انسانی صفت نہیں بلکہ مریدی حق سبحانہٗ کی صفت کے انوار کا پرتو ہے۔جیسا کہ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ فرماتے ہیں۔

''جس نے ہمیں دیکھا اس نے اللہ تعالیٰ کو چاہا''

اور مظہر میرزا جان جاناں شہید فرماتے ہیں:

''میں نے اپنے پیر کی طرف لکھا کہ آپ کی محبت خدا اور رسول کی محبت پر غالب ہے۔''

انہوں نے جواب میں لکھا:

''پیر کی محبت عین خدا اور رسول کی محبت ہے اور کمالات الٰہیہ کا جذب جو پیر کے باطن میں ثابت ہوتا ہے اس کا سبب ہے۔''

مرید ذات حق کی صفات سے ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ اس صفت سے اپنے بندے کی روح پر تجلی نہیں کرتا۔ اس وقت تک بندے کے دل پر ارادت کے نور کا عکس نہیں پڑتا اور وہ مرید نہیں ہوتا۔ جب سعادت کا بیج عنایت الٰہی سے دل کی زمین پر پڑے تو چاہئے کہ اسے بڑی نعمت سمجھ کر اس غیبی مہمان سے پیار کرے اور اس کی آبیاری اور نمو کے لئے کسی شیخ کامل کی طلب میں رخت سفر باندھے۔ اس کے لئے اگر مشرق و مغرب میں اسے گھومنا پڑے جب بھی پس و پیش نہ کرے۔ اور اس کی خدمت میں حاضر باش ہو کر اس کے تصرفات کو تسلیم کرے۔ اگر کسی شیخ کی خدمت میں پہنچ کر نفس بہانہ اور تعجب کرے۔ (کہ شیخ کامل ہے یا نہیں) تو ''اِسۡمَعُوۡا وَ اَطِیۡعُوۡا'' (سنو اور اطاعت کرو) پر کاربند رہ کر خدمت بجا لائے۔ کسی عذر کا مقید نہ رہے۔ تاکہ اس دولت سے محروم نہ رہ جائے کیوں کہ اس دولت کی محرومی نقصان عظیم ہے۔

جب مرید دست ہمت اور ارادت کی قوت سے دنیوی تعلقات اور رکاوٹوں کو دور کر کے شیخ کی خدمت میں آئے تو اسے ذیل کے بیس اوصاف سے متصف ہونا چاہئے تاکہ صحبت شیخ کی داد دے سکے۔ اور کامل طور پر سلوک کی راہ اس کے ہاتھ لگے۔ ان میں سے بیشتر اوصاف اوصاف شیخ سے مشترک ہیں۔

(۱) مقام توبہ:

چاہئے کہ مرید ان تمام باتوں سے جو شرع کے مخالف ہوں ان سے نصوح کی سی توبہ کرے اور اس بنیاد پر مضبوطی سے قائم رہے۔ کیوں کہ تمام اعمال اور افعال کی بنا اسی پر

ہے۔ اگر اس بنا میں ابتداء ہی سے خلل واقع ہوگا۔ تو آخر میں بھی خلل واقع ہوگا۔ اور تمام برداشت کی ہوئی تکلیفیں رایگاں جائیں گی۔ ''توبہ'' کو تمام مقامات پر استعمال کرے کیوں کہ سلوک کے ہراک مقام میں اس مقام کے مناسب گناہ ہے۔ پس ہر مقام میں اس مقام کے گناہ سے توبہ کرے۔ (حسنات الابرار سیئات المقربین) یعنی نیکوں کی نیکیاں مقربوں کی برائیاں ہیں۔

(۲) زہد:

چاہیئے کہ مرید دنیا سے منہ پھیر لے تاکہ مال' مرتبہ اور محبت غیر میں الجھ کر مقصود حقیقی سے غافل نہ ہو۔

(۳) تجرید:

چاہیئے کہ مرید اثنائے سلوک میں تمام سببی[1] اور نسبتی تعلقات کو عمدگی سے چھوڑ دے۔ تاکہ یکسو ہو جائے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ رہبانیت اختیار کی جائے کیوں کہ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔(''لَا رُهبَانِيَةَ فِي الإِسلَام'') جیسا کہ مولانائے روم نے فرمایا۔

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

(ترجمہ: دنیا کیا ہے اللہ تعالیٰ سے غافل ہو جانا۔ نہ کہ لباس' دولت یا بیوی بچے)

(۴) عقیدہ:

چاہیئے کہ مرید اہل سنت والجماعت کا سا عقیدہ رکھتا ہو۔ بدعتوں سے پاک ہو کر آئمہ سلف کے مذہب پر چلے اور امور طریقت میں محتاط رہے۔

(۵) تقویٰ:

چاہیئے کہ مرید پرہیز گار رہو اور خدا سے ڈرتا رہے۔ کھانے پینے اور لباس میں احتیاط برتے۔ مگر مبالغہ نہ کرے۔ جہاں تک ہو سکے رخصت پر عزیمت کو ترجیح دے۔

(۶) صبر:

چاہیئے کہ مرید اوامر و نواہی کے احکام کے تحت صابر رہے۔ شیخ کا حکم بجالانے میں

---

[1] سبب والے۔

سختیاں جھیلے اور دینی کاموں میں صبر اور بردباری اختیار کرے۔

(۷) مجاہدہ:

چاہیئے کہ مرید ہمیشہ نفس کے گھوڑے کے منہ میں مجاہدے کی لگام دیئے رکھے۔ مگر ضرورت کے مطابق نرمی بھی کرے۔ نفس بھوکے شیر کی طرح ہوتا ہے۔ اگر مرید اس کا پیٹ بھرے گا تو قوت پاکر اسے کھا جائے گا. مرید کو چاہیئے کہ نفس کو دینی کاموں میں مشغول رکھے تا کہ نفس اسے اپنے برے کاموں میں مشغول نہ کرے۔

(۸) شجاعت:

چاہیئے کہ مرید جوانمرد اور دلیر ہو تا کہ نفس اور اس کے مکروں کی روک تھام کر سکے اور شیطان کے بچھائے ہوئے جال میں نہ پھنسے۔ اس راہ میں انسان صورت شیطان سیرت جن وانس بہت ہوتے ہیں ان کو شجاعت ہی سے مغلوب کیا جا سکتا ہے۔

(۹) بذل[۱]:

چاہیئے کہ مرید میں بذل وایثار بھی ہو کیوں کہ بخل بڑی بھاری قید اور حجاب ہے۔ اس راہ میں بعض مقامات میں دنیا و آخرت دونوں کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اور کبھی جان پر بھی کھیل جانا پڑتا ہے۔

(۱۰) فُتُوت[۲]:

چاہیئے کہ مرید صاحب مروت ہو تا کہ ہر شخص کا حق اپنے مقام میں حتی الوسع ادا کرے۔ اور اس حق گزاری کی کسی سے طمع نہ کرے۔ انصاف کرے انصاف نہ کرائے۔

(۱۱) صدق:

چاہیئے کہ مرید کے ہر کام اور معاملے کی بنا صدق پر ہو۔ راستی اختیار کرے جھوٹ اور خیانت سے دور رہے اور خلقت سے امیدیں منقطع کر لے۔

(۱۲) علم:

چاہیئے کہ مرید پر جو علم فرض اور واجب ہے۔ (جیسے نماز' روزہ اور دوسرے ارکان

---

[۱] عطا وسخا۔ [۲] مروت

اسلام کا علم) اسے بقدر ضرورت سیکھے۔ کثرت کی سعی نہ کرے کیوں کہ ایسا کرنے سے وہ اصل راہ کو طے نہ کر سکے گا۔ اصل راہ طے ہو جائے تو پھر یہ قید نہیں ہے۔

(۱۳) نیاز:

چاہیئے کہ مرید کسی حالت میں بھی نیاز کو ترک نہ کرے۔ خواہ ناز کے مقام پر ہی کیوں نہ ہو۔ اگر ناز کے مقام پر ہو تو اپنے آپ کو تکلف کے ساتھ مقام نیاز میں لائے کیونکہ نیاز عاشق کا مقام خاص ہے اور ''ناز'' معشوق کا مقام ہے۔

(۱۴) ہوشیاری:

چاہیئے کہ مرید اس راہ میں ہوشیار اور چلتا پرزہ ہو کیوں کہ یہ راہ خطرناک مقامات سے اٹی ہوئی ہے۔

(۱۵) ملامت:

چاہیئے کہ مرید ملامتی صفت اور قلندر سیرت ہو۔ بے شرع کام کر کے یہ خیال نہ کرے کہ یہ ''ملامت'' ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ یہ تو شیطانی راہ ہے جو گمراہی اور ضلالت کی علامت ہے۔ ملامتی کے یہ معنی ہیں کہ مرید خلقت کے ردوقبول' تعریف وتوہین اور ننگ و نام کی مطلق پرواہ نہ کرے۔ ان سب کو یکساں خیال کرے۔ تا کہ خلقت کی دوستی اور دشمنی سے نہ خوش اور نہ رنجیدہ ہو۔ ان اضداد کو یکساں خیال کر کے مخلوق خدا سے صلح رکھے اور اپنے نفس سے برسرپیکار رہے۔

(۱۶) عقل:

چاہیئے کہ مرید کی حرکات عقلی تصرفات سے مضبوط ہوں تا کہ کوئی کام شیخ کی رضا اور اس کے فرمان کے خلاف ظہور میں نہ آئے۔ زمانے بھر کے رنج شیخ کے دل کی ایک ناراضگی اور اس کے رد والایت میں ہیں۔ چاہیئے کہ اس راہ میں جو کچھ مشقت اور محنت سے حاصل ہو اسے عقلی تصرف سے محفوظ رکھے۔

(۱۷) ادب:

چاہیئے کہ مرید کے اخلاق مہذبانہ اور مودبانہ ہوں اور انبساط وظرافت کی راہ اپنے

اوپر بند رکھے۔ شیخ کی خدمت میں ادب' سکون اور تعظیم سے بیٹھے۔ جب تک کوئی بات نہ پوچھی جائے خاموش رہے اور اگر کوئی بات پوچھی جائے تو حلم' نرمی اور راستی کے ساتھ معروض ہو۔ ظاہر و باطن میں شیخ کے اشارے کا منتظر رہے۔ اگر کوئی خطا یا قصور سرزد ہو جائے تو ظاہر و باطن میں استغفار کرے اور عمدہ طریق سے عذر خواہی کرے۔

(۱۸) خوبی خلق:

چاہیئے کہ مرید ہمیشہ خوش خلق' خوش طبع اور خوش مزاج رہے۔ ساتھیوں کے ساتھ تنک خوئی' بدمزاجی اور چڑچڑاہٹ سے پیش نہ آئے۔ تکبر' فخر' خود پسندی اور طلب جاہ و منصب سے دور رہے۔ تواضع اور عاجزی سے بزرگ ساتھیوں کی خدمت میں زندگی بسر کرے اور چھوٹے ساتھیوں سے رحمت' شفقت' نرمی اور دلداری سے پیش آئے۔ اپنے بوجھ کو ساتھیوں کے کندھوں پر نہ ڈالے۔ ان کے بوجھ خود اٹھائے۔ مناظرہ' معارضہ[۱] جنگ و جدل' دنگا فساد' دشمنی کے جھگڑوں اور قضیوں سے الگ رہے۔ خلق خدا میں سے کسی کو بھی نظر حقارت سے نہ دیکھے۔

(۱۹) تسلیم:

چاہیئے کہ مرید ظاہر و باطن میں شیخ کے تصرفات کو تسلیم کرے اور اپنے تصرفات کو نیست و نابود کر دے۔ اپنے آپ کو اسی طرح شیخ کے حوالے کر دے۔ جس طرح مردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔

"اَلطَّالِبُ عِنْدَ الْمُرْشِدِ کَالْمَیِّتِ بَیْنَ یَدِ الْغُسَّالِ"

اپنے امور میں ہمیشہ ولایت شیخ سے ملتجی رہے۔

"اَلشَّیْخُ یُحْیِیْ وَ یُمِیْتُ یُحْیِی الْقَلْبَ وَیُمِیْتُ النَّفْسَ"

(شیخ مارتا اور زندہ کرتا ہے۔ قلب کو زندہ کرتا اور نفس کو مارتا ہے)

ظاہر و باطن میں شیخ کے اعمال اور افعال پر معترض نہ ہو۔ مرید کی نظر میں جو خلاف معمول واقعہ ہو اسے کوتاہی فہم و نظر سمجھے اور اس معاملہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ کو جس میں کشتی میں سوراخ کرنے اور ایک لڑکے کو جان سے مار

---

[۱] جھگڑا

ڈالنے کا ذکر ہے اپنی نگاہ میں رکھے۔

(۲۰) تفویض:

چاہیئے کہ مرید صدق دل سے اپنے آپ کو اور اپنے کاموں کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت بہشت کے لالچ اور دوزخ کے خوف کی وجہ سے نہ کرے یعنی کمال کی خواہش اور نقصان کا ڈر اس میں شامل نہ ہو۔ اس کی عبادت از راہ بندگی، اور بتقاضائے محبت کرے۔ جو کچھ اس پر نازل ہو۔ اس پر راضی رہے اور کسی خوشی یا رنج کے باعث اس کی بارگاہ سے روگردان نہ ہو۔

جب مرید ان شرائط پر عمل کرتا ہے اور شیخ بھی ان کمالات و صفات سے آراستہ ہوتا ہے جن کا ذکر گذشتہ صفحات میں ہو چکا ہے تو مقصود اور مراد جلد حاصل ہو جاتی ہے۔ جمال الٰہی کے سامنے سے پردے اٹھ جاتے ہیں۔ اور قاصد اپنے مقصود کو طالب اپنے مطلوب کو مرید اپنی مراد کو اور عاشق اپنے معشوق کو پالیتا ہے۔

ضمیمہ چہارم

بیان آداب شیخ

آداب شیخ ایک وسیع اور عریض سمندر ہے۔ جو کسی بڑی سے بڑی کتاب میں بھی نہیں سما سکتا۔ چہ جائیکہ یہ چھوٹا سا مجلہ اس کا متحمل ہو سکے چونکہ طالب صادق کی کامیابی کا راز اسی میں پوشیدہ ہے کہ وہ شیخ کے آداب سمجھے۔ اور اس پر عمل کرے۔ اس لئے ان کا تذکرہ مجمل طور پر کیا جاتا ہے۔ طالب کو چاہئے مزید معلومات کے لئے بزرگان دین کے تذکرے اور سلوک کی کتابوں کا مطالعہ کرے۔ تا کہ کلید کامیابی حاصل ہو۔

شیخ کی موجودگی کے آداب!

شیخ کی موجودگی میں طالب (مرید) کو چاہئے کہ باادب بیٹھے۔ کسی چیز سے تکیہ نہ لگائے۔ نگاہیں نیچی رکھے۔ کسی کی خدمت نہ کرے۔ کسی سے گفتگو نہ کرے۔ ادھر ادھر نہ دیکھے۔ فضول اور بے ہودہ باتیں نہ کرے۔ جو پوچھا جائے اسی کا جواب دے۔ کلام کو طول نہ دے۔ سرگوشیاں نہ کرے۔ کسی ذکر یا عبادت میں مشغول نہ ہو۔ یہ سمجھے کہ مجھے شیخ کی موجودگی اور اس کے کلام سے فیض آ رہا ہے۔ شیخ کا نام نہ لے۔ شیخ کو میاں جی' بابا جی' خلیفہ جی' سائیں جی اور پیر جی جیسے گھسے پٹے لقبوں سے خطاب نہ کرے۔ کیوں کہ ان کی سماعت سے دھیان ان رسمی خانقاہوں اور نکمی بیٹھکوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ جو سادہ لوحوں کے خون پسینے کی کمائی دونوں ہاتھوں سے سمیٹ رہی ہیں۔ بلکہ حضور اور حضرت کہہ کر لب کشا ہو۔ کوئی وظیفہ یا کلام نہ پوچھے۔ جو حاجت ہو اس کو بیان کر دے' شیخ اس کا مداوا خود تجویز کر دے گا۔ شیخ کی طرف پیٹھ پھیر کر نہ بیٹھے۔ کھانسنے' تھوکنے اور چھینکنے سے اجتناب کرے۔ ناک صاف نہ کرے۔ ریح[1] خارج نہ کرے۔ باہر جانے کی حاجت ہو تو اجازت لے کر جائے۔ خیالات فاسدہ آئیں تو ''لاحول'' پڑھ کر پیچھے ہٹ جائے' بدستور بیٹھا رہے گا تو شیخ کی طبیعت پر اس کا بوجھ پڑے گا۔ سر' پاؤں اور گھٹنوں کو عریاں نہ کرے۔

---

[1] ہوا

ملاقات اور اٹھنے بیٹھنے کے آداب!

شیخ کو ملنے جائے تو دور ہی سے جوتیاں اتار دے اور شیخ کی جانب تیزی سے جائے۔ اگر شیخ کھڑا ہے تو اسی حالت میں اور اگر بیٹھا ہے تو خود دو زانو ہو کر مصافحہ کرے اور پیچھے ہٹ کر بیٹھ جائے۔ اگر حلقہ ہے تو حلقے میں جہاں جگہ ملے بیٹھ جائے۔ شیخ کی موجودگی میں کسی اور کے ساتھ مصافحہ نہ کرے شیخ کے کھڑے ہونے سے پہلے کھڑا ہو جائے۔ اور بیٹھنے کے بعد بیٹھے۔

سفر کے آداب!

شیخ کے آگے یا برابر نہ چلے۔ شیخ کے سایہ پر قدم نہ رکھے۔ شیخ کے نشان قدم پر قدم نہ رکھے۔ شیخ کی کوئی چیز اس کی اجازت کے بغیر استعمال میں نہ لائے۔ ایک بار مؤلف نے سہواً اپنے حضرت کا آفتابہ[1] ان کی اجازت کے بغیر استعمال کیا تو آپ نے تنبیہ فرمائی۔ دوران سفر شیخ کے آرام کو اپنے آرام سے زیادہ مقدم سمجھے۔ اس کے برابر نہ لیٹے اور اس کی خدمت میں ہمہ تن مصروف رہے۔

دعوت اور کھانے کے آداب!

شیخ کو اپنے یہاں مدعو کرنا ہو تو خود درخواست نہ کرے۔ جو اس وقت شیخ کا مقرب ہو اس کی زبانی کہلائے یا لکھ کر اس کے سامنے پیش کر دے۔ کوئی چیز اس کے ہاتھ میں نہ تھمائے بلکہ بکمال عجز و انکسار اس کے سامنے رکھ دے۔

شیخ کو گھر لے جا کر ادب کے مقام پر بٹھائے۔ ایسے مقام پر جہاں شور و غل نہ ہو۔ لہو و لعب کے اسباب ہٹا لئے جائیں۔ پہلے شیخ کے آگے طعام رکھے۔ دوسروں کو علیحدہ کھلائے۔ اگر بوجوہ ایسا ممکن نہ ہو تو ایک ساتھ کھانا کھلایا جا سکتا ہے۔ شیخ سے پہلے کوئی کھانے کی ابتدا نہ کرے۔ شیخ کھانا شروع کرے تو دوسرے اس کی تقلید کریں۔ اگر کوئی شیخ سے قبل

---

[1] ڈھکنے والا لوٹا۔

کھانا شروع کرے گا تو یہ امر سوءِ ادب میں شمار ہوگا۔

اثنائے تحریر ایک سبق آموز اور دلچسپ واقعہ یاد آیا ہے۔ چونکہ یہ واقعہ ہمارے نفس مضمون سے مطابقت رکھتا ہے۔ اس لئے ضبط تحریر میں لاتا ہوں۔

ایک بار حضرت غریب نواز[1] اپنی کثیر جماعت کے ہمراہ احمد پور شرقیہ کے ریلوے اسٹیشن پر ایک گاڑی کے منتظر تھے۔ اسی اثناء میں ایک مولی[2] فروش سامنے آ گیا۔ بیشتر ارادت مندوں کا جی مولی کھانے کو للچایا۔ آپ بھانپ گئے آپ نے جماعت کو مولی کھانے کی اجازت دے کر فرمایا۔

''فقیرو! مجھے بھی ایک مولی خرید کر دو۔'' تصور فرمائیں وہ منظر کس قدر عجیب ہوگا۔ ہر ہاتھ میں مولی ہے۔ مگر کھائی نہیں جا رہی۔ آپؒ کھانا شروع کریں تو جماعت کھائے۔ چندے توقف کے بعد آپ نے فرمایا۔ ''فقیرو کھاتے کیوں نہیں۔'' اس کے ساتھ ہی آپ نے مولی کے پتے کھانے شروع کر دیئے۔ جماعت نے بھی آپ کی تقلید کی۔ آپؒ پتے کھا چکے تو فرمایا۔ ''فقیرو میں تو شکم سیر ہو گیا ہوں۔'' اور ترک اکل فرمایا۔ جماعت نے بھی آپ کی تقلید کی۔ اب ہر ہاتھ میں مولی تھی مگر پتوں کے بغیر۔

کھانے سے پیشتر شیخ کے ہاتھ دھلانے کے دو اسلوب ہیں۔ ایک یہ کہ مرید جس برتن میں شیخ کے ہاتھ دھلائے۔ اس برتن کا پانی بہا دے۔ یا ایک طرف ہو کے اس پانی کو پی لے۔ پھر اس برتن میں دوسروں کے ہاتھ دھلائے۔ دوسرا یہ کہ ایک برتن میں پہلے جماعت کے ہاتھ دھلائے بعدہٗ اس برتن میں شیخ کے ہاتھ دھلائے۔ شیخ کے مستعمل برتنوں کو دھو کر اس کا پانی تخلیہ میں جا کر پی لے۔ اس کے بیشمار فوائد ہیں۔ شیخ کے پاس انہیں لوگوں کو آنے جانے دے۔ جو پند و نصائح سنیں اور ذکر پوچھنا چاہیں۔

---

[1] مئولف کے دادا پیر حضرت خواجہ محمد فضل علی قریشیؒ۔ [2] ایک سبزی

شیخ کی عدم موجودگی میں آداب!

مرید کو چاہئے کہ جو آداب شیخ کی موجودگی میں ضروری ہیں۔ ان پر شیخ کی عدم موجودگی میں بھی عمل کرے۔ ہر کام میں شیخ کا اتباع کرے اگر بوجوہ شیخ کسی سنت کو ترک کرے تو س امر میں شیخ کا اتباع نہ کرے۔

ہمارے حضرت رحؒ[1] وجع مفاصل[2] میں مبتلا تھے۔ آپ رکوع کے بعد سجدہ میں جاتے تو ہاتھ گھٹنوں پر رکھنے کی بجائے زمین پر ٹیک دیتے۔ مؤلف تذکرہ خواجگان نقشبندیہ مجددیہ حضرت خواجہ مرزا محمد افضل بیگؒ نے بھی حضرتؒ کی تقلید شروع کردی۔ حضرتؒ نے انہیں اس طرح نماز پڑھتا دیکھ کر دریافت فرمایا۔ ''محمدؐ افضل تم ایسا کیوں کرتے ہو؟'' انہوں نے عرض کی۔ ''شیخ کا اتباع مرید کے لئے ضروری ہے۔'' آپ فرمانے لگے۔ ''اتباع واطاعت امور شریعت میں ہوتی ہے۔ نہ کہ خلاف شریعت کاموں میں تم پر کوئی عذر شرعی نہیں ہے۔'' اس کے بعد حضرتؒ نے تمام حاضرین کو تلقین فرمائی کہ وہ کسی خلاف شریعت حرکت کی پیروی نہ کیا کریں۔ خواہ وہ پیر ہی سے سرزد کیوں نہ ہو۔

شیخ کے دوستوں کو دوست رکھے۔ اور اس کے دشمنوں سے میل جول نہ رکھے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے۔ ''اگر کوئی تیرے شیخ کو برا کہے اور تو اس سے تعلقات استوار رکھے تو کتا تجھ سے اچھا ہے۔''

اس مقولہ میں شیخ سے مراد وہ شیخ ہے جو کامل اور اکمل ہو۔ نہ کہ وہ لوگ جو دنیا کمانے کے لئے شیخیت اور شخوخت کا بہروپ بھرتے ہیں۔ نادرست کو تو غلط ہی کہا جائے گا۔ تابمقدور شیخ کی خدمت کرے۔ جس قدر ورد و وظیفہ بتایا گیا ہے۔ اس سے تجاوز نہ کرے۔ تاکہ نقصان سے محفوظ رہے۔ اپنے دوستوں اور خویش و اقارب میں دین حق کی تبلیغ کرے۔ شیخ کی عدم موجودگی میں اس کی ذاتی اشیاء کو استعمال نہ کرے۔ شیخ کی وفات کے بعد صدقہ و خیرات اور تلاوت قرآن پاک کا ثواب اس کی روح کو پہنچائے۔ اس کے **اعزّہ و اَقربا** کی قدر و منزلت کرے۔ اس کی گلی کے کتّوں کی بھی تعظیم کرے۔

---

۱ حضرت حافظ اللہ بچایاؒ۔ ۲ جوڑوں کا درد

منقول ہے۔ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی بارگاہ[1] کے سامنے سے ایک بار ایک کتا گزرا۔ آپؒ اس کی تعظیم کے لئے اٹھے۔ حاضرین نے اس پر تعجب کیا۔ آپؒ نے فرمایا۔ ''یہ کتا اس کتے کے مشابہ تھا۔ جو میرے پیر کی خانقاہ میں آیا کرتا تھا۔''

---

[1] دھلی میں

شیخ کے مقام پر جانے کے آداب!

واضح رہے کہ شیخ کے مقام پر حاضر ہو کر جو فیض حاصل ہوتا ہے۔ وہ اس فیض سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔ جو شیخ طالب کے گھر آ کر پہنچاتا ہے۔ شیخ کے مقام پر دو راتوں سے زیادہ قیام نہ کیا جائے۔ متواتر ایک مہینہ رہنے سے اتنا فیض حاصل نہیں ہوتا۔ جتنا دو راتوں میں حاصل ہو جاتا ہے۔ شیخ کے مقام پر خوشی خوشی جائے۔ اور سمجھے کہ میرا ہر قدم عبادت ہے۔ مقام شیخ سے غمگین صورت واپس لوٹے۔ اور یہ جانے کہ میں ایک اعلیٰ مقام سے کمتر مقام کی طرف لوٹ رہا ہوں۔ راستے میں کسی کے آگے دست سوال دراز نہ کرے۔ شیخ کے مقام پر زمین پر لیٹے اور کسی کی دعوت طعام قبول نہ کرے۔ وہاں بیکار نہ بیٹھے۔ بطور خود کوئی کام کرتا رہے۔

ہمارے حضرتؒ فرمایا کرتے تھے۔ کہ ''ہم مقام شیخ پر کبھی بیکار نہ بیٹھتے دن میں جنگل سے لنگر کے لئے لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور راتوں کو خراس[1] چلاتے۔''

اگر مقام شیخ پر کھانے پینے' رہائش یا اور کسی قسم کی تکلیف محسوس ہو۔ تو خندہ پیشانی سے اسے برداشت کرے' زبان پر مطلق حرف شکایت نہ لائے۔ کبھی شیخ کے لنگر کی حالت خاطر خواہ ہوتی ہے۔ اور کبھی نہیں ہوتی۔

مولف نے اپنے حضرتؒ کے مقام پر مرغ بھی کھائے ہیں اور پیاز اور گڑ کے ساتھ بھی روٹی کھائی ہے۔

شیخ کے عزیز و اقارب کا ادب کرے۔ مگر ان سے بے تکلف ہونے سے گریز کرے۔ شیخ سے توجہ اور فیض خود طلب نہ کرے۔ روانگی سے ایک روز قبل اس امر کا اظہار کر دے کہ میں کل جا رہا ہوں۔ نکتہ بین شیخ معاملے کی تہ کو پہنچ جائے گا۔ اور اس کے سینے میں اس کا جو حصہ ہو گا۔ عنایت کر دے گا۔

---

[1] آٹا پیسنے کی چکی

ایک غلط فہمی کا ازالہ!

آج کل اکثر بیمار ذہنوں میں یہ فرسودہ عقیدہ رسوخ حاصل کر چکا ہے کہ ایک پیر سے بیعت ہونے کے بعد دوسرے پیر سے بیعت نہیں ہوسکتی۔ یہ صریحاً حقیقت سے انحراف اور عقیدہ باطل ہے اور جو عقیدہ باطل ہو وہ حقیقت وصداقت سے عاری ہوتا ہے۔ بیعت ثانی کا جواز امثال ذیل سے بھی ثابت ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی ؒ نے علوم ظاہری کی تحصیل کے بعد اپنے والد ماجد کی صحبت اختیار کی۔ ان ہی سے کمالات باطنیہ اور سلسلہ قادریہ چشتیہ کے انوار سے اکتساب کیا۔ آپ اپنی تصنیف ''مبدا[1] ومعاد[2]'' کے آغاز میں رقم طراز ہیں۔

''اس فقیر کو نسبت فردیت کا سرمایہ اپنے والد ماجد سے حاصل ہوا اور انکو ایک ایسے بزرگ سے حاصل ہوا جو جذبہ قوی رکھتے تھے۔ اور اپنے خوارق میں مشہور تھے۔ ''یعنی حضرت کیتھلی قادری سے۔''

پھر دوسرے مقام پر فرمایا۔

''اس فقیر کو عبادات نافلہ کی توفیق اپنے والد ماجد کی بدولت حاصل ہوئی۔ اور ان کو اپنے شیخ سلسلہ چشتیہ سے حاصل ہوئی۔ (یعنی شیخ عبدالقدوس حنفی غزنوی گنگوہی سے)۔''

یعنی آپ کے والد ماجد حضرت خواجہ عبدالاحدؒ نے ماحولہ بالا ہر دو شیوخ سے جو مختلف سلاسل سے متعلق تھے۔ اکتساب فیض کیا۔

حضرت مجدد الف ثانی ؒ نے بھی اپنے والد ماجد سے نسبت فردیت حاصل کرنے کے بعد حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر نسبت نقشبندیہ حاصل کی۔

حضرت مظہر مرزا جان جاناں شہیدؒ نے بھی جن کا شمار سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے عظیم مشائخ میں ہوتا ہے۔ ذیل کے مشائخ اربعہ سے اکتساب فیض کیا۔

(۱) سید السادات حضرت خواجہ نور محمد بدایونیؒ (وفات ۱۱۳۵ھ)

---

۱ ظاہر ہونے کی جگہ ۲ لوٹ کر جانے کی جگہ

(۲) حضرت خواجہ حاجی محمد افضلؒ (وفات ۱۱۴۶ھ)

(۳) حضرت خواجہ حافظ سعد اللہؒ (وفات ۱۱۵۲ھ)

(۴) حضرت خواجہ شیخ الشیوخ محمد عابدؒ (وفات ۱۱۶۰ھ)

حضرت خواجہ غریب نواز محمد فضل علی قریشیؒ "حضرت خواجہ محمد عثمان دامانیؒ" سے بیعت تھے، مگر تکمیل سلوک حضرت خواجہ لعل شاہ ہمدانی[1] کے بعد حضرت خواجہ سراج الدینؒ[2] سے کی۔

ہمارے حضرت حافظ قاری اللہ بچایاؒ ابتدا میں سلسلہ چشتیہ میں اُچ شریف کے ایک بزرگ میاں غلام رسولؒ سے بیعت تھے۔ پھر دین پور شریف کی مشہور زمانہ ہستی حضرت خواجہ غلام محمدؒ[3] کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہوئے۔ آخر الامر حضرت خواجہ محمد فضل علی قریشی ہاشمی عباسیؒ کی کشش انہیں کھینچ کر فقیر پور[4] لے گئی۔ اور ان کے حلقہ بیعت میں شامل ہو گئے۔

ان محولہ بالا امثال کے بعد بیعت ثانی کے ضمن میں کسی کو متذبذب نہیں ہونا چاہیے۔

اگر کسی کی زندگی میں اس کا شیخ اس سے جدا ہو جائے اور اس کا سلوک ابھی تشنہ تکمیل ہو۔ تو اسے چاہیے کہ کسی دوسرے شیخ کامل کی جانب رجوع کرے۔ کیونکہ سالک کا مقصود حقیقی ذات الٰہیہ ہے نہ کہ ذات شیخ۔ ذات شیخ کو مقصود سمجھنے سے اصول ایمانیات شرک میں ملوث ہو سکتے ہیں۔

حضرت خواجہ مولانا اشرف علی تھانویؒ (صاحب بہشتی زیور) ''پیری مریدی کے بیان میں'' اس طرح رقم طراز ہیں۔ آپ بھی ان رہنما اصولوں اور کارآمد ہدایات کو ہمیشہ مدنظر رکھیں۔

اگر مرید ہونے کا ارادہ ہو تو ان ہدایات پر عمل کریں۔

(۱) یہ کہ پیر دین کے مسائل سے آگاہ ہو۔ یعنی شرع سے ناواقف نہ ہو۔

(۲) یہ کہ پیر میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو۔

(۳) یہ کہ پیر کے عقائد اہل سنت والجماعت کے اعتقادات کے موافق ہوں۔

---

[1] حضرت خواجہ محمد عثمانؒ کے خلیفہ [2] حضرت خواجہ محمد عثمان کے فرزند و جانشین [3] مفسر قرآن حضرت مولانا احمد علی کے پیشوا [4] پہلی بستی ءِ شیخ

(۴) یہ کہ پیر کھانے پینے کیلئے پیری مریدی نہ کرتا ہو۔

(۵) یہ کہ پیر کسی ایسے بزرگ کا مرید ہو جسے اچھے لوگ بزرگ سمجھتے ہوں۔

(۶) یہ کہ اس پیر کو اس کے پیرو بھی اچھا سمجھتے ہوں۔

(۷) یہ کہ پیر کی تعلیم میں یہ اثر ہو کہ دین کی محبت اور شوق پیدا ہو جائے۔ یہ بات اس کے مریدوں کے مطالعہ سے معلوم کرے۔

(۸) یہ کہ پیر دین کی نصیحت کرنے میں کسی کی رورعایت نہ کرے۔

(۹) یہ کہ جو پیر یہ کہے کہ شرع کا راستہ اور ہے اور فقیری کا راستہ اور ہے وہ جھوٹا ہے اسے جھوٹا سمجھے۔

(۱۰) یہ کہ پیر خود پرست اور خوشامد پرست نہ ہو۔

اور

مرید ہونے کے بعد ان ہدایات پر عمل کریں۔

(۱) یہ کہ عبادت میں سستی نہ کریں۔ زیادہ وقت تنہائی میں گزاریں۔

(۲) یہ کہ جو خلاف شرع محفل منعقد ہو اس میں شرکت نہ کریں۔

(۳) یہ کہ دل یا زبان سے ہر وقت اللہ کی یاد میں مشغول رہیں۔ کبھی غفلت اختیار نہ کریں۔

(۴) یہ کہ جو رنج و غم اور نقصان پیش آئے اسے اللہ کی جانب سے جانے اور پریشان نہ ہو۔

(۵) یہ کہ کسی سے جھگڑا نہ کریں۔ نرمی سے بات کریں اور دوسروں کے عیوب نہ ڈھونڈیں۔

(۶) یہ کہ یہ نہ سمجھیں کہ پیر جس کام کے لئے تعویذ دیتا ہے۔ وہ کام حسب منشا ہو جاتا ہے۔

(۷) یہ کہ کھانے پینے میں اتنی کمی نہ کریں کہ کمزور یا بیمار پڑ جائیں۔ نہ اتنی زیادتی کریں کہ وجود میں سستی واقع ہو جائے۔

(۸) یہ کہ اگر کوئی پیر خلاف شرع بتائے تو اس پر عمل نہ کریں۔ اگر پیر اس پر بضد ہو تو

بیعت توڑ دیں۔

(۹) یہ کہ آپ کا دل ابھی تک سنورا نہیں تھا کہ پیر کا انتقال ہو گیا' اس صورت میں کسی دوسرے پیر کامل سے بیعت ہو جائیں۔

(۱۰) یہ کہ اگر آپ غلطی سے کسی خلاف شرع پیر سے بیعت ہو جائیں یا یہ کہ وہ پیر پہلے اچھا تھا' اب اس میں بگاڑ پیدا ہو گیا ہے تو اس صورت میں بھی اس کی بیعت توڑ کر کسی اچھے پیر سے بیعت ہو جائیں۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے بھی پیر ناقص سے طریقہ اخذ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ آپ اپنے مکتوب میں جو انہوں نے عبدالرحیم خان خاناں کے خط کے جواب میں لکھا ہے۔ اس طرح رقم طراز ہیں۔

''جاننا چاہئے کہ زمین کا ضائع اور بیکار کرنا دو طریق پر ہے۔ ایک یہ کہ اس میں کچھ نہ بوئے۔ دوسرے یہ کہ اس میں ناپاک اور خراب بیج ڈالے۔ پہلی قسم کی نسبت دوسری قسم اضاعت[1] میں بہت ضرر رساں اور زیادہ فساد کا باعث ہے۔ جیسے کہ پوشیدہ نہیں۔ بیج کا خراب ہونا اس طرح پر ہے کہ ناقص پیر سے طریقہ اخذ کریں اور اس کی بتائی ہوئی راہ پر چلیں چونکہ وہ حرص و ہوا کا تابع ہوتا ہے۔ اور حرص و ہوا والے کی کچھ تاثیر نہیں ہوتی۔ بالفرض تاثیر ہو بھی تو اسی کی حرص و ہوا کو تیز کرے گی اور سیاہی پر سیاہی حاصل ہو گی۔ ناقص چونکہ خود واصل نہیں ہوتا اس لئے اس کو خدا کی طرف پہنچانے اور نہ پہنچانے والے راستے کی تمیز نہیں ہوتی۔ (الیٰ آخرہٖ)

حضرت غریب نوازؒ فرماتے ہیں:

''ایک اندھا رفع حاجت کے لئے بیٹھا تو اس کی دبر میں کانٹا چبھ گیا۔ یہ سوچ کر کہ اگر کسی بینا آدمی کے پاس گیا تو بے پردگی ہو گی۔ وہ کانٹا نکلوانے کے لئے ایک نابینا کے پاس چلا گیا۔ نابینا نے ٹٹولتے ٹٹولتے اس کانٹے کو اور اندر دھکیل دیا شخص مذکور پہلے سے بھی زیادہ تکلیف میں مبتلا ہو گیا۔ یہی حال لوگوں کا ہے۔ علماء حق اور شیخ کامل کے پاس تو جاتے نہیں ناقص اور نکمے لوگوں سے تعلق پیدا کر لیتے ہیں۔ اسی وجہ سے گمراہی پھیلتی ہے۔''

---

[1] ضائع کر دینا۔

حاصل کلام:

اولاً یہ ہے۔ اگر دوران تحصیل سلوک شیخ کا انتقال ہو جائے تو تکمیل سلوک کے لئے بیعت ثانی ناگزیر ہے۔ ثانیاً اگر غلطی سے کسی غلط پیر سے بیعت کر لی ہو تو علم ہونے پر فسخ بیعت واجب ہے۔

ضمیمہ پنجم

بیان اصطلاحات نقشبندیہ

جاننا چاہئے کہ حضرات نقشبندیہ کی چند اصطلاحات ہیں۔ جو سلوک نقشبندیہ کی اساس ہیں۔ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ فرماتے ہیں۔ طریقہ خواجگان نقشبندیہ کی بنا گیارہ کلمات پر ہے۔ جو یہ ہیں:

(۱) ہوش دردم (۲) نظر برقدم (۳) سفر دروطن
(۴) خلوت درانجمن (۵) یادکرد (۶) بازگشت
(۷) نگہداشت (۸) یادداشت (۹) وقوف زمانی
(۱۰) وقوف عددی (۱۱) وقوف قلبی

۱) ہوش دردم:

یعنی سانس کی آمدورفت کو دھیان میں رکھے اور اس امر کی نگہبانی کرے کہ وہ لاپرواہی میں نہ گزرے۔ ذکر زبانی ہو یا قلبی حضور کے ساتھ ہو غفلت کے ساتھ نہ ہو۔ حضرت خواجہ عبیداللہؒ فرماتے ہیں:

''ہمارے طریقہ میں نفس کی رعایت اور نگہبانی بہت ضروری ہے۔''

حضرت خواجہ بہاالدین نقشبند فرماتے ہیں:

''کہ اصل معاملہ دم ہی کا ہے۔'' کوئی دم اندر آنے اور باہر جانے میں ضائع نہ ہو۔ حضور کے ساتھ آئے جائے نہ کہ غفلت کے ساتھ۔

؎ دمبدم دم را غنیمت داں و ہمدم شو بدم
وقف دم باش در دم ہیچ دم بے جا مدم

اگر کسی کا کوئی دم غفلت میں گزرا۔ کسی نے گناہ سمجھا اور کسی نے کفر۔

''جو دم غافل سو دم کافر''

۲) نظر برقدم :

یعنی چلتے پھرتے نظر پشت پا رہے۔ تا کہ نظر نامحرموں پر پڑ کے پریشان نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ نور میں اپنے حبیب کو یوں ارشاد فرمایا ہے۔

"قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ"

(اے مرے حبیبؐ! مومنوں سے کہدے کہ وہ نگاہیں نیچی رکھیں) (نور۔۳۰)

اور یہ بھی ممکن ہے کہ نظر برقدم سے مراد "سرعت سیر سالک" ہو۔ یعنی ہستی کی مسافت قطع کرنے اور خود پرستی کی گھاٹیوں کو طے کرنے میں سالک کی نظر جہاں منتہی ہو فوراً وہاں قدم رکھے۔ اس ضمن میں حضرت ابو محمدؒ کا یہ اشارہ بھی توجہ طلب ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں۔

"مسافر کا ادب یہ ہے کہ اس کی ہمت اس کے قدم سے تجاوز نہ کرے۔"

"نظر برقدم" کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ نظر کو دنیوی لہو ولعب اور اس کی رنگینیوں سے ملوث نہ ہونے دیا جائے۔

(۳) سفر در وطن :

سفر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ سفر جو بدن ظاہری سے کیا جائے۔ دوسرا وہ سفر باطن جس کا تعلق دل سے ہے۔ جاننا چاہئے کہ مشائخ طریقت کا حال سفر و اقامت اختیار کرنے میں مختلف ہے۔

(i) بعض ابتداء میں سفر اختیار کرتے ہیں۔ انتہا میں اقامت کرتے ہیں۔

(ii) بعض ابتدا میں مقیم ہوتے ہیں' انتہا میں سفر اختیار کرتے ہیں۔

(iii) بعض ابتدا وانتہا دونوں حالتوں میں مقیم رہتے ہیں۔ مطلق سفر اختیار نہیں کرتے۔

(iv) بعض ہمیشہ سفر ہی میں رہتے ہیں۔ اقامت بالکل اختیار نہیں کرتے۔

ان چاروں فرقوں میں ہر فرقہ کے سفر اور اقامت میں نیت صادق اور غرض صحیح ہوتی ہے۔

دوسرا سفر باطن جس کا تعلق دل سے ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ طبیعت بشری سے سفر کرے۔ یعنی صفات بشری سے صفات ملکی[1] کی طرف اور صفات ملکی سے صفات رحمانیہ کی

---

[1] فرشتوں جیسی

طرف بموجب حکم

(اللہ تعالیٰ کی عادتیں اختیار کرو)۔

حضرت مولانا سعد اللہ کاشغریؒ نے فرمایا ہے۔

''شخص خبیث جس جگہ بھی جائے اس کی خباثت موقوف نہیں ہوتی' جب تک کہ صفات خبیثہ کو ترک نہ کرے۔''

پس طریقہ خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ اروا حھم میں سفر و اقامت سے یہ مراد ہے کہ ابتدائے حال، میں سالک سفر اختیار کرے تا کہ کسی عزیز کی ملازمت[1] میں پہنچ جائے۔ جب اپنے شہر یا ملک میں کسی عزیز کی ملازمت میسر آ جائے تو سفر ترک کر کے اقامت اختیار کرے۔ اور ملکہ آ گاہی کے حصول میں جانفشانی سے کوشاں رہے۔ اس صفت (ملکہ آ گاہی) کو پا لینے کے بعد سفر و اقامت میں فرق نہیں رہتا۔ یعنی کچھ مانع نہیں ہوتا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں۔ تیسرا کلمہ سفر در وطن ہے اور وہ انفس[2] میں سیر کرنے سے مراد ہے۔ جو اندراج النہایت فی البدایت کے حاصل ہونے کا باعث ہے۔ جو اس طریقہ علیا کے ساتھ مخصوص ہے۔ اگر چہ سیرِ انفسی[3] تمام طریقوں میں ہے' لیکن سیر آفاقی کے حصول کے بعد ہے اور اس طریق میں اسی سیر سے شروع کرتے ہیں اور سیر آفاقی اسی سیر کے ضمن میں مندرج ہے۔ اگر اس اعتبار سے بھی کہہ دیں کہ اس طریقہ علیا میں نہایت بدایت میں درج ہے تو ہو سکتا ہے۔

۴) خلوت در انجمن :

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ کی خدمت میں کسی نے عرض کی کہ آپ کے طریقہ کی بنا کس چیز پر ہے؟ آپ نے فرمایا ''خلوت در انجمن'' پر۔ یعنی ظاہر بخلق مشغول ہو اور باطن بحق سبحانہٗ مستغرق ہو اور فرمایا اس طریقہ کی نسبت باطنی اشغال و استغراق ذکر میں اس درجہ کو پہنچتے ہیں۔ کہ دل کی حقیقت پر ایسا غلبہ ذکر ہو جاتا ہے کہ اگر ذاکر بازار میں آ جائے یا غیر آوازیں سنے تو ماسوائے ذکر کچھ اور سنائی نہیں دیتا۔

حضرت خواجہ احرارؒ نے فرمایا۔ ''ابتدائے سلوک میں مجھ پر اس قدر ذکر غالب تھا

---

[1] حاضری۔ پیوستگی [2] نفس کی جمع [3] باطنی

کہ اگر ہوا چلتی یا درخت کے پتوں کی کھڑکھڑاہٹ سنتا یا کسی آدمی کی آواز میرے کان پڑتی تو مجھے ذکر ہی معلوم ہوتا۔'' اور فرمایا

''ہمارا طریقہ صحبت ہے' کیونکہ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت ہے۔
پس خیریت اور جمعیت صحبت میں ہے۔''

ایک شخص نے حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ سے پوچھا کاروبار کی عین مصروفیت میں توجہ اِلیٰ اللہ رکھنا اور غافل نہ ہونا کیوں کر متصور ہے اور کیا دلیل ہے؟ خواجہ علیہ رحمتہ نے اس آیت کریمہ سے استدلال کیا:

''رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ''

(یہ وہ لوگ ہیں جنہیں خرید وفروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی) (نور۔ ۳۷)

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں۔ چوتھا کلمہ جو ان تینوں کے ساتھ ہے ''خلوت در انجمن'' ہے۔ جب ''سفر در باطن'' میسر ہو جائے تو انجمن میں بھی خلوت خانہ وطن میں سفر ہوتا ہے اور آفاق کا تفرقہ[1] انفس کے حجرہ میں راہ نہیں پاتا[2] یہ بھی اس صورت میں ہے کہ حجرہ انفس کے دروازوں اور روزنوں کو بند کر لیں۔ پس چاہئے کہ انجمن تفرقہ میں متکلم ومخاطب نہ ہو اور کسی کی طرف متوجہ نہ ہو۔ یہ سب تکلفات اور حیلے بہانے ابتداء اور وسط ہی میں ہیں' انتہا میں ان میں سے کچھ بھی درکار نہیں۔ عین تفرقہ میں جمعیت کے ساتھ اور نفس غفلت میں حاضر رہتے ہیں۔ اس بیان سے کوئی یہ گمان نہ کرے۔ کہ تفرقہ اور عدم تفرقہ منتہی کے حق میں مطلق طور پر مساوی ہے۔ نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ تفرقہ اور عدم تفرقہ اس کے باطن کی جمعیت میں برابر ہیں اس کے باوجود اگر ظاہر کو باطن کے ساتھ جمع کر لے اور تفرقہ کو ظاہر سے بھی دفع کر دے تو بہت ہی بہتر اور مناسب ہے۔

۵) یاد کرد:

''یاد کرد'' سے مراد ذکر الٰہی ہے۔ خواہ زبانی ہو یا دلی' نفی اثبات ہو یا فقط اثبات یعنی اسم اللہ جیسے مرشد تعلیم کرے۔ ذکر کا طریقہ اور اس کی تعلیم ہمارے خانوادہ نقشبندیہ میں اس

---

[1] نامناسب فرق۔ الجھن [2] یعنی یکسوئی کو منتشر نہیں کرتی

نہج[1] پر ہے۔

اول مرید اپنے دل کو غیر خیالوں سے پاک کر کے شیخ کے مقابل کر لے۔ منہ اور آنکھیں بند کر لے۔ زبان کو تالو سے لگا کر سانس کو ذکر کے ساتھ اٹھائے اور قلب مجازی کو جو بائیں طرف زیر پستان ہے۔ تھوڑی سی حرکت دے اور سانس کی آمد و رفت کے ساتھ ذکر کو مربوط رکھے۔ تاکہ حلاوت ذکر کا اثر دل میں پیدا ہو۔

حضرت خواجہ احرارؒ نے اپنے بعض کلمات میں لکھا ہے کہ ذکر سے مقصود یہ ہے کہ دل ہمیشہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے آگاہ رہے۔ محبت اور تعظیم کے ساتھ۔ اگر یہ آگاہی اہل جمیعت کی صحبت میں حاصل ہو جائے تو خلاصہ ذکر حاصل ہو گیا اور اگر صحبت میں یہ آگاہی حاصل نہ ہو تو ذکر کو جاری رکھے۔ اور ایک سانس میں کم از کم تین بار' پانچ بار یا سات بار ذکر کرے اور حضور دل سے اللہ اللہ کہتا رہے۔ یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ میں اس کو یاد کرتا ہوں اور وہ ذات مجھے یاد کرتی ہے۔ حتیٰ کہ قلب سے صورت لفظ محو ہو جائے اور اسم پاک کے معنیٰ رہ جائیں۔ اس حد تک پہنچنے اور مداومت[2] رکھنے میں انسان کو اختیار ہے' لیکن رحمت الٰہی کی کشش کا اختیار نہیں۔ البتہ اس طرح سے جذب رحمت الٰہی کی لیاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس وقت سالک اس درجے کو پہنچے تو لازم ہے کہ فتوحات غیبی کا منتظر رہے۔ تاکہ جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیاء و اولیاء پر امور حقہ مفتوح فرمائے۔ اس پر بھی منکشف فرمائے۔

٦) بازگشت :

بازگشت سے مراد ملاحظہ ذکر ہے یعنی جب ذاکر دل سے کلمہ طیبہ یا اسم مبارک اللہ کو نو' پندرہ یا اکیس بار کہہ چکے تو اس کے بعد زبان سے مناجات کرے۔

''یا اللہ تو اور تیری رضا ہی میرا مقصود ہے۔ میں نے دنیا اور آخرت کو تیرے لئے ترک کیا تو اپنی محبت مجھ پر تمام کر۔''

کلمہ بازگشت ہر خطرہ نیک و بد کی نفی کر کے ذکر کو خالص بناتا ہے اور سر[3] کو ماسوائے حق سے فارغ کر دیتا ہے۔

اگر ابتداء میں مبتدی کو کلمہ بازگشت کے اندر آثار صدق محسوس نہ ہوں تو اسے ترک

---

[1] روش [2] ہمیشگی [3] خیال و فکر

نہ کرے۔ انشاء اللہ رفتہ رفتہ اس سے ہمکنار ہو جائے گا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں۔

''پہلے پیر راہ داں سے ذکر سیکھیں پھر اس میں مداومت کریں تا کہ بازگشت حاصل ہو۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا فضل درکار ہے۔ تا کہ وصل عریاں نصیب ہو۔ اصل مقصود یہی ہے۔ باقی سب وہم وگمان ہے۔''

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اپنے والد بزرگوارؒ کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

ذکر میں ''بازگشت'' شرط عظیم ہے۔ سالک کو اس سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔ کیوں کہ ہم نے جو کچھ پایا اسی کی برکت سے پایا۔ ذکر کو بازگشت کے اخلاص سے خالص کرنا مقدم ہے۔ کیوں کہ ذاکر کے دل میں سرور خاطر سے وسوسے پیدا ہوتے ہیں تو اس پر مغرور ہو جاتا ہے۔ اور اسی کو مقصود ذکر قرار دیتا ہے۔ حالانکہ یہ اس کے حق میں زہر قاتل سے بھی زیادہ مضر ہے۔

۷) نگہداشت:

نگہداشت سے مراد دل کا تحفظ ہے، یعنی خطرات اور حدث نفس کو دل کے قریب نہ آنے دے۔ یا یوں کہئے کہ نگہداشت ایک طریقہ ہے جس سے خطروں، وسوسوں اور غیر خیالوں سے دل کو پاک وصاف کر کے ملکہ راسخہ[۱] کو خلو دل کا اصل کر سکتے ہیں۔[۲] سالک کو چاہئے ہمہ وقت بیدار اور ہوشیار رہے اور کسی غیر خیال اور خطرے کو دل میں جگہ نہ دے۔ حضرت خواجہ نقشبندؒ فرماتے ہیں۔ سالک کو یہی لازم ہے کہ خطرے اور خیال کو ابتدا ہی میں روک دے ورنہ ظہور کے بعد نفس اس کی طرف مائل اور راغب ہو جائے گا۔ نفس میں اس کا اثر مضبوط ہو جائے گا تو اس کا تدارک مشکل ہو جائے گا۔

حضور اقدس ﷺ کی نظر مبارک ایک بار نماز کے دوران ایک منقش کپڑے پر پڑ گئی۔ آپ ﷺ نے سلام پھیر کر وہ کپڑا پھینک دیا اور فرمایا:

''شَغَلَتْنِي عَنِ الصَّلوٰة'' (یعنی اس نے مجھے نماز سے روگرداں کر دیا)

خطرے کے نہ آنے سے یہ مراد نہیں کہ مطلق خطرہ ہی نہ آئے بلکہ یہ مراد ہے کہ

---

۱ مضبوط مہارت ۲ دل کو خطرات و وساوس سے خالی کرنا

جس طرح کوڑا کرکٹ پانی کے بہاؤ کو روک نہیں سکتا اسی طرح غیر خیال اور خطرہ ذکر کا مانع نہ ہو کیوں کہ اس سے قبض اور بے لذتی ہوتی ہے۔

اگر قوت متخیلہ خواطر کی نگہداشت کے عمل میں آدھی ساعت کے لئے بھی معذور ہو جائے تو اہل تحقیق کے نزدیک یہ امر عظیم ہے اور یہ نوادر سے ہے۔ اہل نہایت کو بھی یہ بات کبھی کبھی نصیب ہوتی ہے۔

۸) یادداشت :

اس سے مقصود دوام آگاہی ہے۔ یعنی حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے آگاہی کا سلسلہ منقطع نہ ہو۔ یہ بھی مقصود ہے کہ باطن میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے ایسی توجہ لگائے جو تخیلات اور الفاظ سے خالی ہوتا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے دوام آگاہی بوجہ ذوق حاصل ہو۔ بعضوں نے اسے حضور بے غیبت بھی کہا ہے۔ یہ دولت منتہیانِ ولایت کو فنائے کامل اور بقائے تام کے بعد حاصل ہوتی ہے۔

خواجہ عبید اللہ احرارؒ نے یاد کرد' بازگشت' نگہداشت اور یادداشت' ان چاروں اصطلاحات کی شرح یوں بیان فرمائی ہے۔

یاد کرد ذکر میں تکلف سے مراد ہے۔

بازگشت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت سے اس طرح متوجہ ہو کہ ہر دفعہ کلمہ طیبہ یا اسم ذات کے بعد یہ کہے کہ خداوندا! تو ہی میرا مقصود ہے۔

نگہداشت اس رجوع کی محافظت کا نام ہے۔ اور یادداشت سے مراد نگہداشت میں رسوخ کا حصول ہے۔

۹) وقوف زمانی :

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ فرماتے ہیں کہ وقوف زمانی سے یہ مراد ہے کہ سالک ہمہ وقت اپنے احوال سے مطلع رہے اور یہ بھی فرمایا کہ سالک کا معاملہ وقوف زمانی پر ہی ہے۔ اس لئے کہ سالک کو اپنی صفت حال سے آگاہ رہنا لازم ہے تا کہ حالت بسط ہو تو ذوق وشوق کے ساتھ سجدہ شکر ادا کرے۔ اگر حالت قبض ہو تو توبہ کرے۔ پس سالک پر لازم ہے کہ ذکر کے وقت ہر ساعت کے بعد اپنے دل میں تامل کرے۔ اگر غلبہ غفلت محسوس کرے

تو اسے ترک کرنے پر کمر ہمت باندھے۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ غفلت بالکل دور ہو جائے اور دوام حضور حاصل ہو۔

حضرت خواجہ یعقوب چرخیؒ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ دونوں احوال کی رعایت وقوف زمانی پر ہے اور بسط کے حال میں شکر کیا ہے۔

وقوف زمانی سے مراد دراصل محاسبہ ہے یعنی جو ساعت ہم پہ گزری ہے' ہم اس کا محاسبہ کرتے ہیں کہ غفلت کیا ہے اور حضور کیا ہے۔ اگر ساعت غفلت میں گزری ہے تو بازگشت کرتے ہیں' یعنی نئے سرے سے عمل کرتے ہیں۔

۱۰) وقوف عددی:

وقوف عددی سے مراد دوران ذکر رعایت عدد ہے۔

حضرت خواجہ نقشبندؒ نے فرمایا کہ ذکر قلبی میں یہ خواطر متفرقہ کی معزولی کا باعث ہے۔ طریقت نقشبندیہ مجددیہ میں عام طور پر وقوف عددی کی رعایت ذکر نفی و اثبات میں رکھی جاتی ہے۔ سالک کو چاہئے کہ ایک سانس میں تین' پانچ' سات یا اکیس بار تک ذکر کرے۔ اور طاق عدد کو لازم کرے۔ حضرت خواجہ علاؤالدینؒ نے فرمایا ہے۔ کہ بہت کہنے کی شرط نہیں چاہئے کہ جس قدر کہے وقوف اور حضور کے ساتھ کہے تاکہ فائدہ ہو۔ اگر اکیس بار تک پہنچنے کے بعد اثر ظاہر نہ ہو تو ذکر پھر سے شروع کرے اور اثر ذکر کی علامت یہ ہے کہ نفی کے وقت وجود بشریت کی نفی اور اثبات کے وقت جذبات الوہیت کا تصرف ثابت ہو۔

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ وقوف عددی علم لدنی کا مرتبہ اول ہے۔ پوشیدہ نہ رہے کہ علم لدنی وہ علم ہے جو اہل قرب کو تعلیم الٰہی اور تفہیم ربانی سے معلوم اور مفہوم ہوتا ہے۔ عقلی دلیلوں اور نقلی شواہد کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ جیسا کہ قرآن پاک میں حضرت خضر علیہ السلام کے حق میں فرمایا ہے۔

''اور سکھایا ہم نے اس کو اپنے پاس سے علم''۔

علم لدنی اور علم یقینی میں یہ فرق ہے کہ علم لدنی اس علم کو کہتے ہیں جو بطریق الہام حق سبحانہٗ' وتعالیٰ کے کلام کے معنیٰ ادراک کرلے اور علم یقینی ذات وصفات الٰہیہ کے ادراک کو کہتے ہیں۔

۱۱) وقوف قلبی:

وقوف قلبی دو معنوں میں بولا جاتا ہے ایک یہ کہ ذاکر کا دل حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے واقف و آگاہ ہو اور یہ مقولہ یادداشت سے ہے۔ دل کی اس آگاہی کو وصول بھی کہتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ذاکر اثناء ذکر پارہ لحم صنوبری شکل (جسے مجازاً دل کہتے ہیں) کی جانب برابر متوجہ رہے اور بہرصورت اسے ذکر میں مشغول کر کے خدا سے غافل نہ ہونے دے۔

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ ذکر میں حبس دم اور عدد کی رعایت کو لازم نہیں گردانتے تھے۔ مگر وقوف قلبی کو دو معنوں میں جو مذکور ہوئے لازم شمار کرتے تھے۔ اس لئے کہ ذکر سے جو کچھ حاصل ہے۔ وہ وقوف قلبی میں ہے۔

مختصر الفاظ میں وقوف قلبی کا مفہوم یہ ہے۔

''سالک اپنے دل کی طرف متوجہ رہے۔ اور دل حق سبحانہٗ کی طرف متوجہ رہے۔''

ضمیمہ ششم

بیان نصائح حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ

یہ وہ طویل نصائح ہیں۔ جو حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ نے اپنے فرزند معنوی حضرت خواجہ اولیائے کبیرؒ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بستر مرگ پر ان کے گوش گزار کی تھیں۔ نصائح کیا ہیں حکمت کے آبدار موتیوں کا خزینہ ہے۔ مقدرت ہوتی تو انہیں آب زر سے لکھتا۔ یہ وہ نصائح ہیں جو راہ طریقت کے راہرووں اور رہبروں دونوں کے لئے نہ صرف نورانی شمعیں ہیں بلکہ معیار عرفان و آگہی کی نقشبند بھی ہیں۔ ان میں ارتقائے انسانیت کی حدود کا واضح تعین بھی موجود ہے۔ خدا کرے یہ بیش بہا نصائح آپ کے دلوں کی تختیوں پر منقش ہو جائیں۔ ان میں سے کچھ مشتے نمونہ از خروارے پیش نظر ہیں۔

فرمایا کہ اے فرزند!

(۱) اللہ تبارک وتعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔

(۲) اللہ تبارک وتعالیٰ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق ادا کرتے رہنا۔

(۳) والدین کے حقوق کی پاسداری کرنا کہ ان خصلتوں سے اللہ تبارک وتعالیٰ تک مشرف ہوگا۔

(۴) آثار سلف اور سنت رسولؐ کی پیروی کو اپنا شعار بنانا۔

(۵) وظائف اور عبادات سے ملازمت[۱] رکھنا۔

(۶) خوف ورجا[۲] کے مابین زندگی بسر کرنا کہ سالکوں کا یہی مقام ہے۔

(۷) مشائخ کی مال اور جسم و جان سے خدمت کرنا اور ان کے احوال کا انکار نہ کرنا کیونکہ ان کا منکر عذاب سے ہرگز رہائی نہ پائے گا۔

(۸) جاہل صوفیوں سے کنارہ کش رہنا۔

(۹) قرآن اور علم فقہ وحدیث کو سیکھنا۔

---

۱ ہمیشگی ۲ امید

(۱۰) ہمیشہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا۔ اذان اور امامت کی پابندی قبول نہ کرنا۔

(۱۱) شہرت کی طلب نہ کرنا کہ شہرت میں آفت ہے۔

(۱۲) خلوت نشین ہو کر گمنام رہنا کسی منصب کو قبول نہ کرنا۔

(۱۳) کسی کا ضامن نہ بننا۔ کسی کی وصیتوں میں نہ پڑنا۔ تاکہ سرکاری دستاویزات میں تمہارا نام درج نہ ہو۔

(۱۴) امراء اور منصب داروں سے اختلاط نہ رکھنا۔

(۱۵) اپنے ظاہر کو آراستہ نہ کرنا کیوں کہ آرائش ظاہری' خرابی باطن کا موجب ہوتی ہے۔

(۱۶) دنیا سے اس طرح دور بھاگنا جس طرح شیر سے بھاگتے ہیں۔

(۱۷) اللہ تبارک وتعالیٰ کی مخلوقات میں سے کسی کو اپنے سے کمتر اور اپنے کو کسی سے بہتر نہ سمجھنا۔

(۱۸) سماع سے رغبت نہ رکھنا کہ اس سے نفاق پیدا ہوتا ہے۔ اور دلوں کو مردہ کرتا ہے۔ اس کا انکار بھی نہ کرنا کہ اصحاب سمع بہت ہیں۔

(۱۹) امارد[۱] عورتوں' اہل بدعت اور تونگروں سے میل جول نہ رکھنا۔

(۲۰) لقمہ حلال کھانا اور شبہ سے پرہیز کرنا۔

(۲۱) بہت رونا اور کم ہنسنا۔

(۲۲) قہقہے نہ لگانا کہ یہ نفس زندہ کا فعل ہے۔

(۲۳) احتیاج طعام ہو تو کھانا کھانا۔ مگر پیٹ نہ بھرنا۔

(۲۴) ضرورت کلام ہو تو زبان کھولنا ورنہ خاموش رہنا۔

(۲۵) اس وقت تک نہ سونا جب تک نیند کا غلبہ نہ ہو اور سحر خیزی کی پابندی کرنا۔

(۲۶) دنیا اور دنیا داروں پر مغرور نہ ہونا۔

(۲۷) اللہ تعالیٰ کے بندوں سے جھگڑا نہ کرنا۔

(۲۸) کسی سے امیدیں وابستہ نہ کرنا۔ ہر حال میں اللہ ہی کی جانب رجوع کرنا۔

---

[۱] وہ نوجوان لڑکے جن کے خط نہ نکلے ہوں۔

(۲۹) کسی اور کو زیردست سمجھ کر اسے اپنی خدمت پر مامور نہ کرنا۔

(۳۰) عمل خالص کے ساتھ بارگاہ ایزدی میں گڑگڑا کر دعا کرتے رہنا۔

(۳۱) ذکر کو اپنا سرمایہ، مسجد کو اپنا گھر اور اللہ تعالیٰ کو اپنا غمخوار بنانا۔

(۳۲) دل کو ہمیشہ اندوہ گیں، بدن کو لاغر اور آنکھوں کو اشکبار رکھنا۔

(۳۳) پارچات کو بوسیدہ اور درویشوں کو رفیق رکھنا۔

(۳۴) فقر کو اپنی پونجی (یعنی توشہ آخرت) بنانا۔

(۳۵) دل کو ذاکر، زبان کو شاکر اور عقل کو راہبر بنانا۔

(۳۶) اپنے احوال کا محاسبہ کرتے رہنا۔

ختمات[1]

خانوادہ نقشبندیہ مجددیہ فضلیہ کے باکمال بزرگوں میں سے (حضرت صدیق اکبرؓ سے لے کر خواجہ محمد افضل مرزا جالندھری تک) سعی بسیار کے بعد جن بزرگوں کے ختم دریافت و تحقیق ہوئے ہیں' ان میں بیشتر ختموں کا تعلق بزرگان متاخرین سے ہے۔ ان ہی کو زیب نظر کرتا ہوں۔ اگر بزرگان متقدمین میں سے کسی کا ختم کسی کے ذہن میں ہو۔ یا اس کی نظر سے گزرے تو از راہ نوازش مؤلف کو مرحمت فرما دے' تا کہ اسے اس مجلّے کی باقی ماندہ جلدوں میں لف ونشر کیا جا سکے۔

(۱) ختم حضرت صدیق اکبرؓ:

"لَا تَحزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا" پانچ صد بار۔ اول آخر درود شریف سو سو بار

(۲) ختم حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ :

"یَا خَفِیَّ اللُّطف اَدرِکنِی بِلُطفِکَ الخَفِیِّ" پانچ صد بار اول وآخر درود شریف سو سو بار پڑھے۔

(۳) ختم حضرت خواجہ باقی باللہؒ:

"یَا بَاقِیُ اَنتَ البَاقِیُ" پانچ صد بار۔ اول وآخر درود شریف سو سو بار پڑھے۔

(۴) ختم حضرت مجدد الف ثانیؒ :

"لَا حَولَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه" پانچ صد بار۔ اول وآخر درود شریف سو سو بار پڑھے۔

(۵) ختم حضرت خواجہ محمدؒ معصومؒ :

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنتَ سُبحَانَکَ اِنِّیَ کُنتُ مِنَ الظَّالِمِین" پانچ صد بار۔ اول وآخر درود شریف سو سو بار پڑھے۔

---

[1] ختمہ کی جمع۔ ایصال ثواب

(۶) ختم حضرت خواجہ سیف الدینؒ :

"یَا اَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْن" پانچ صد بار۔ اول وآخر درود شریف سوسو بار پڑھے۔

(۷) ختم حضرت مظہر مرزا جان جاناںؒ :

"یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْث" پانچ صد بار۔ اول وآخر درود شرف سوسو بار پڑھے۔

(۸) ختم حضرت خواجہ غلام علی دھلویؒ :

"یَا اللّٰه یَا رَحْمٰن یَا رَحِیْم یَا اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْن صَلَّی اللّٰه تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ" پانچ صد بار۔ اول وآخر درود شریف سوسو بار پڑھے۔

(۹) ختم حضرت شاہ ابوسعید اور احمد سعیدؒ :

"سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمُ" پانچ صد بار۔ اول وآخر درود شریف سوسو بار پڑھے۔

(نوٹ) : یہ باپ بیٹے کا مشترک ختم ہے۔

(۱۰) ختم حضرت خواجہ دوست محمدؒ قندھاریؒ :

"رَبِّ لَاتَذَرْنِیْ فَرْداً وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْن" پانچ صد بار۔ اول وآخر درود شریف سوسو بار پڑھے۔

(۱۱) ختم حضرت خواجہ محمدؒ عثمان دامانیؒ :

"سُبْحَانَ اللّٰه وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْم وَبِحَمْدِهٖ" پانچ صد بار۔ اول وآخر درود شریف سوسو بار پڑھے۔

(۱۲) ختم حضرت خواجہ سراج الدینؒ :

"سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمُ" پانچ صد بار۔ اول وآخر درود شریف

سوسو بار پڑھے۔

(۱۳) ختم حضرت خواجہ محمد فضل علی قریشیؒ :

"ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمُ" پانچ صد بار۔ اول و آخر درود شریف سوسو بار پڑھے۔

(۱۴) ختم حضرت خواجہ حافظ اللہ بچایاؒ :

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ" پانچ صد بار۔ اول و آخر درود شریف سوسو بار پڑھے۔

(۱۵) ختم حضرت خواجہ محمد افضل میرزا جالندھریؒ :

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" پانچ صد بار۔ اول و آخر درود شریف سوسو بار پڑھے۔

(۱۶) ختم حضرت خواجہ محمد اسلم قریشیؒ :

"سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ الرَّحِيْم" پانچ صد بار۔ اول و آخر درود شریف سوسو بار پڑھے۔

ختم حضرت خیر الخلق سید الاولین والاخرین!

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلوٰۃ[1] تنجینا ۳۱۳ بار

صلوٰۃُ تُنجِیْناَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِناَ وَ مَوْلٰنا محمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِهٖ وَ
اَصْحاَبِهٖ صَلوٰةً تُنجِیْناَ بِھاَ مِنْ جَمِیْعِ الْاَھْواَلِ والآفَاتِ
تُطَھِّرُنا بِھاَ مِنْ جمِیعِ السَّیِّاٰتِ وَتَرْفَعُنَا بِھاَ عِنْدَكَ اَعلٰی
الدَّرَجاَتِ وَ تُبَلِّغُناَ بِھاَ اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ
فِی الْحَیٰوةِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ
شَیْءٍ قَدِیْرٌ ؕ

---

[1] درود کے معنی میں مستعمل ہے۔

ختم جمیع خواجگان نقشبندیہ مجددیہ فضلیہ قدس اللہ تعالیٰ اروا حُھم!

یہ ختم شریف قضائے حاجات کے لئے دوسرے سلاسل میں بھی معمول ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ صاحب محفل ابتدا میں ہاتھ اوپر اٹھا کر ایک بار سورہ فاتحہ پڑھے اور دعا مانگے۔

''یا اللہ اس ختم خواجگان کو قبول فرما۔ اور جن بزرگوں کی طرف یہ ختم منسوب ہے۔ ان کو اس کا ثواب پہنچا دے۔''

اس کے بعد **سورہ فاتحہ** مبارکہ سات بار مع **بِسم اللّٰه**، درود شریف یک صد بار، سورہ **اَلَمْ نَشْرَح** مع **بِسم اللّٰه** اناسی بار، سورہ **اخلاص** مع **بِسم اللّٰه** ایک ہزار بار، سورہ **فاتحه** مع **بِسم اللّٰه** سات بار، درود شریف یک صد بار، **یَا قَاضِیَ الْحَاجَات** سو بار، **یَا کَافِیَ الْمُهِمَّات** سو بار، **یَا دَافِعَ الْبَلِیَّات** سو بار، **یَا شَافِیَ الْاَمرَاض** سو بار، **یَا رَافِعَ الدَّرجَات** سو بار، **یَا مُجِیْبَ الدَّعْوَات** سو بار اور **اَرْحَمَ الرَّاحِمِین** سو بار پڑھے۔ ہر اسم شریف کے اول میں ایک بار **اَللّٰهُم** ملائے اور **اَرْحَمَ الرَّاحِمِین** سے قبل ایک بار ''**بِرَحْمَتِكَ**'' کہے۔ آخر میں دعا مانگے۔

''یا اللہ اس ختم شریف کا ثواب اپنے فضل و کرم سے ان بزرگوں کو جن کی طرف یہ ختم منسوب ہے اور ان کے پیران طریقت کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک اور ان کے خلفاء و خدام کو خصوصاً جمیع حضرات نقشبندیہ کی ارواح مبارکہ کو پہنچا دے۔''

حرف آخر

مشائخ کرامؒ نے تصفیہ وتزکیہ باطن کے لئے تین طریقے متعین فرمائے ہیں۔

پہلا طریقہ ذکر الٰہی ہے۔ یہ ذکر خواہ ذکر اسم ذات ہو یا ذکر نفی و اثبات ہو۔ دونوں صورتوں میں روا ہے۔

دوسرا طریقہ التزام مراقبہ ہے۔ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ مراقبہ ''ترقب'' سے مشتق ہے۔ جس سے مراد فیض الٰہی کے انتظار میں ذات حق سبحانہٗ سے لو لگانا ہے۔ چاہیئے کہ سالک ہمہ وقت بہ نیاز و شکستگی تمام متوجہ ''الی اللہ'' رہے۔ اور کوئی خطرہ دل میں نہ آنے دے۔

تیسرا طریقہ رابطہ شیخ ہے۔ اس کا بیان بھی پیشتر ہو چکا ہے۔ جس قدر محولہ بالا امور کی بجا آوری میں کوتاہی ہوگی اسی قدر راہ طریقت کو طے کرنے میں تاخیر واقع ہوگی۔

(تنبیہ)

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے جو اسباق بیان ہوئے ہیں' ان کی غرض و غایت یہ نہیں ہے کہ کوئی طالب حق ان اسباق کے اسلوب واثرات پڑھ کر ان پر عمل پیرا ہو جائے اور اپنے خیال سے ان کی تکمیل تجویز کرتا جائے۔

طالب حق کے لئے یہ امر لازم ہے کہ وہ سلسلہ عالیہ کے کسی صاحب اجازت شیخ سے بیعت ہو کر طریقہ اخذ کرے اور جس طرح اس کا شیخ اس کو سلسلہ عالیہ کے اسباق کی تعلیم دے۔ اس کے مطابق اس پر عمل کرے اور اپنے احوال کی روداد اپنے شیخ کی خدمت میں پیش کرتا رہے تاکہ نفس کے شر اور شیطان کے فریب سے محفوظ رہے۔

اسباق السلوک کے بیان اور اس کی تشریح وتوضیح سے محض یہ مقصود ہے کہ شیخ جب کسی مرید کو کسی سبق کی تعلیم دے تو اس کی نیت وطریقہ کو بخوبی سمجھ سکے اور اپنے متعلقہ سبق کے اثرات کو اس مجلّہ میں پڑھ کر اس امر کا موازنہ کر سکے کہ متعلقہ سبق کے اثرات صحیح طور پر مرتب ہو رہے ہیں یا نہیں۔ اگر متعلقہ سبق کے اثرات محسوس نہ ہوں تو عمل میں جو کوتاہی واقع ہو رہی ہے اس کا تدارک کرے اور اپنے شیخ سے رجوع کر کے اس کی دعا وتوجہ سے مستفیض ہو۔

اگر کوئی شخص منشائے نفس کے تحت یا بتقاضائے شوق از خود ان اسباق میں سعی کر لے گا۔تو نفع کی بجائے نقصان کا زیادہ خطرہ ہے۔(**وَماَ عَلَیناَ الاَّ البلاَغ**)

"وَآ خِرُدَعوَاناَ اَنِ الحَمدُ لِلّٰهِ رَبِّ العاَلَمِین"

بسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

شجرہ شریف

سلسلہ مبارک خواجگان نقشبندیہ مجددیہ فضلیہ

منظومہ حضرت **خواجہ مرزا محمد افضل بیگ مرحوم** نقشبندی مجددی فضلی

رحم کر یا رب محمدؐ[1] مصطفےٰ کے واسطے　　شافع محشر امام الانبیاءؐ کے واسطے

اے خدا صدق و صفا سے دل مرا لبریز کر　　حضرت[2] صدیقؓ یار باوفا کے واسطے

دور ہو دل کی سیاہی دور ہو سب دل کا میل　　حضرت سلمانؓ[3] محب مصطفےٰ کے واسطے

نفس اور شیطان کے شر سے اے خدا مجھ کو بچا　　حضرت قاسمؒ[4] شہہ شاہ و گدا کے واسطے

غیر کی الفت کا مٹ جائے مرے دل سے خیال　　حضرت جعفرؒ امامؒ[5] الاتقیاء کے واسطے

غوث اعظم خواجہ بسطام شیخ بایزیدؒ[6]　　اور خواجہ بوالحسنؒ[7] نورالہدیٰ کے واسطے

حضرت خواجہ ابوالقاسمؒ[8] کے صدقے اے خدا　　شیخ عالم بو علیؒ[9] باصفا کے واسطے

ذکر حق سے ہو منور یہ مرا قلب سیاہ !　　خواجہ بو یوسفؒ[10] شہہ یوسف لقا کے واسطے

وقت آخر جانکنی کی مشکلیں آسان ہوں　　عبدالخالق غجدوانیؒ[11] پیشوا کے واسطے

قبر کی تنگی سے اور سختی سے مل جائے نجات　　حضرت عارفؒ[12] کے صدق بے ریا کے واسطے

دل میں ہو تیری محبت تیرا ذر اور تیری یاد　　فغنوی محمودؒ[13] مرد باخدا کے واسطے

واسطے خواجہ عزیزان علیؒ[14] را متنیؒ　　خواجہ بابا سماسیؒ[15] پارسا کے واسطے

حضرت خواجہ کلالؒ[16] باصفا کا واسطہ　　اور بہاؤ الدینؒ[17] امام الاولیاء کے واسطے

واسطے خواجہ علاؤ الدینؒ[18] اور یعقوبؒ[19] کے　　اور عبید اللہؒ[20] شہہ اہل رضا کے واسطے

زہد اور تقویٰ کا کچھ حصہ مجھے بھی ہو نصیب　　حضرت زاہدؒ[21] کے زہد بے ریا کے واسطے

مجھ کو درویشوں کی صحبت سے الٰہی فیض ہو | خواجہ درویشؒ[22] جیسے رہنما کے واسطے

اپنے بندوں میں مرا بھی اے خدا کر لے شمار | حضرت خواجہ محمد بوالعلاءؒ[23] کے واسطے

واسطے خواجہ محمد باقی[24] باللہؒ کے | شیخ احمدؒ[25] پیشوائے اولیاء کے واسطے

خواجہ معصوم سرہندیؒ[26] کے صدقے اے خدا ! | شیخ سیف الدینؒ[27] منظور خدا کے واسطے

محسنؒ[28] و نور محمدؒ[29] کی ولائیت کے طفیل | اور مظہر جان جاناں میرزاؒ[30] کے واسطے

حضرت خواجہ علیءِ دہلویؒ[31] کا واسطہ | قطب عالم بوسعیدؒ[32] باصفا کے واسطے

پردۂ غفلت مری آنکھوں سے یارب دور ہو | حضرت احمد سعیدؒ[33] پرضیا کے واسطے

دوست حق[34] خواجہ قندھارؒ و عثمانؒ[35] کے طفیل | اور سراج الدینؒ[36] سراج الاصفیا کے واسطے

اس زمانے کے مجدد حضرت پیران پیر | خواجہ فضل علیؒ[37] مرتضےٰ کے واسطے

قطب دوراں پیر کامل دستگیر بیکساں | حضرت اللہ بچایاؒ[38] حق نما کے واسطے

یا الٰہی افضل بے کس کی ہے یہ التجا | فضل کر مجھ پر تو ان سب اولیاء کے واسطے

غفلت و عصیاں میں ساری عمر ہی تو کٹ گئی | کچھ نہ یارب کر سکا تیری رضا کے واسطے

ہوں گناہوں سے میں تائب میری توبہ کر قبول | عاجزی سے در پہ آیا ہوں دعا کے واسطے

یا الٰہی دل مرا آماجگاہِ فیض ہو | خواجہ امجد[39] کے فیض بے بہا کے واسطے

میرے دل کو کر عطا ذکر جمیل[40] | یا الٰہی شیوہ اہل ثناء کے واسطے

حواشی

۱۔ الٰہی بحرمت شافع المذنبین رحمۃ للعالمین
۲۔ بحرمت امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ
۳۔ بحرمت حضرت سلمان پارسیؓ
۴۔ بحرمت حضرت امام قاسمؒ
۵۔ بحرمت حضرت امام جعفر صادقؒ
۶۔ بحرمت حضرت بایزید بسطامیؒ
۷۔ بحرمت حضرت ابوالحسن خرقانیؒ
۸۔ بحرمت حضرت ابوالقاسم گرگانیؒ
۹۔ بحرمت حضرت بوعلی فارمدیؒ
۱۰۔ بحرمت حضرت ابویوسف ہمدانیؒ
۱۱۔ بحرمت حضرت عبدالخالق غجدوانیؒ
۱۲۔ بحرمت حضرت عارف ریوگریؒ
۱۳۔ بحرمت حضرت محمود انجیر فغنویؒ
۱۴۔ بحرمت حضرت عزیزان علی رامیتنیؒ
۱۵۔ بحرمت حضرت بابا سماسیؒ
۱۶۔ بحرمت حضرت سید امیر کلالؒ
۱۷۔ بحرمت حضرت بہاؤالدین نقشبندؒ
۱۸۔ بحرمت حضرت علاؤالدین عطارؒ
۱۹۔ بحرمت حضرت یعقوب چرخیؒ
۲۰۔ بحرمت حضرت عبیداللہ احرارؒ
۲۱۔ بحرمت حضرت محمد زاہدؒ
۲۲۔ بحرمت حضرت درویش محمدؒ
۲۳۔ بحرمت حضرت محمد خواجگی امکنگیؒ
۲۴۔ بحرمت حضرت محمد باقی باللہؒ
۲۵۔ بحرمت حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ
۲۶۔ بحرمت حضرت محمد معصوم سرہندیؒ
۲۷۔ بحرمت حضرت سیف الدین سرہندیؒ
۲۸۔ بحرمت حضرت محمد محسن دہلویؒ
۲۹۔ بحرمت حضرت سید نور محمد بدایونیؒ
۳۰۔ بحرمت حضرت مظہر مرزا جانان جاناںؒ
۳۱۔ بحرمت حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ
۳۲۔ بحرمت حضرت شاہ ابوسعیدؒ
۳۳۔ بحرمت حضرت شاہ احمد سعید مدنیؒ
۳۴۔ بحرمت حضرت دوست محمد قندھاریؒ
۳۵۔ بحرمت حضرت محمد عثمان دامانیؒ
۳۶۔ بحرمت حضرت سراج الدینؒ
۳۷۔ بحرمت حضرت محمد فضل علی قریشیؒ
۳۸۔ بحرمت حضرت حافظ اللہ بچایاؒ
۳۹۔ بحرمت حضرت خواجہ محمد امجد مرزا دامتہ برکاتہٗ
۴۰۔ ثناءاللہ جمیل

8/3 حبیب اللہ روڈ' لاہور۔ 5

عارفانہ کلام

حضرت مرزا محمد امجد بیگ دامت برکاتہ ایک قادر الکلام شاعر ہیں آپ کے کلام میں عشق حقیقی اور عشق مجازی کا حسین امتزاج ملتا ہے۔ آپ کی غزلیات فکر و فن کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ چند غزلیں ملاحظہ ہوں۔

غزل

قرب آساں بھی تھا گویا بعد مشکل کے قریب
دور آنکھوں سے وہ ہو کے ہو گئے دل کے قریب
آج منظور نظر شاید جمال یار ہو
آج ہم پہنچے تو ہیں دیوار حائل کے قریب
پھر اسے لے جا بہا کے سیلِ موج حیات
کشتی عمر رواں پہنچی ہے ساحل کے قریب
اڑ کے آئی ہو نہ خاک قیس ہی لیلا کہیں
اک بگھولا سا نظر آتا ہے محمل کے قریب
صبح دم ہنگامہ شب کا یہی تھا ماحصل
اک سکوت بیکسی تھا شمع محفل کے قریب
عقل دیتی عشق آتش زیر پا کا ساتھ کیا
راہبر ہے راہ میں راہی ہے منزل کے قریب
اب تو امجد زندگی بھی سر پہ اک الزام ہے
زندگی وہ تھی جو گزری پیر کامل کے قریب

مرزا امجد بیگ

غزل

میرے صبح و شام یارب وہ گئے تھے کیا بدل کے
وہی صبح کے اجالے وہی شام کے دھندلکے

نہ ملی اماں حرم میں نہ پناہ بتکدے میں
تیری بزم ہی میں آئے تیری بزم سے نکل کے

یہ خرابہ جنوں ہے یہاں عقل کا گزر کیا
وہ ہی منہ کے بل گرا ہے جو چلا یہاں سنبھل کے

تیرے در پہ اب تو ان کی نہیں خاک تک ہے باقی
تیرے در پہ آ گئے تھے کبھی سر کے بل جو چل کے

کبھی گردنیں کٹی ہیں کبھی دار پہ کھنچے ہیں
تجھے ڈھونڈتے رہے ہیں کئی بھیس ہم بدل کے

میری ذات سے ہے لرزاں شب غم کی تیرگی بھی
وہ چراغ آرزو ہوں جو کبھی بجھا نہ جل کے

تیری یاد بھی غضب ہے تیری یاد میں گذارے
کبھی چار دن تڑپ کے کبھی چار دن بہل کے

اے خوشا نصیب امجد یہ شرف بہت بڑا ہے
کہ پسند آ گئے ہیں انہیں شعر کچھ غزل کے

مرزا امجد بیگ

یادش بخیر

وہ دن بھی تھے۔ کہ اپنے سے بھی بے خبر تھے ہم — تھی ان پہ جب نظر تو مجسم نظر تھے ہم
وہ دن بھی تھے۔ کہ آنکھ نہ اٹھی کسی طرف — ہر سمت دیدنی تھا سماں، دیدہ ور تھے ہم
وہ دن بھی تھے۔ کہ ذوق تماشا بھی تھا خجل — یعنی تماشہ نگہ جلوہ گر تھے ہم
وہ دن بھی تھے۔ کہ دل کی لگی سے تھے شعلہ زن — اک آتش خموش میں رقص شرر تھے ہم
وہ دن بھی تھے۔ کہ آنکھ سے تھی جوئے خوں رواں — با ایں ہمہ کہ شاکی داماں تر تھے ہم
وہ دن بھی تھے۔ کہ روئی نہ اک آنکھ تک ہمیں — اپنے دل تباہ کے خود نوحہ گر تھے ہم
وہ دن بھی تھے۔ کہ حال پہ اپنے تھے خندہ زن — اور نکتہ چین خندہ دیوار و در تھے ہم
وہ دن بھی تھے۔ کہ ''ہست'' پہ بھی تھا گمان ''بود'' — ایسے فریب خوردہ شام و سحر تھے ہم
وہ دن بھی تھے۔ کہ موت بھی آتی نہ تھی ہمیں — اک ایسا طول زندگی مختصر تھے ہم
وہ دن بھی تھے۔ کہ لوگ بجھا کر چلے گئے — حالانکہ اک چراغ سر رہگزر تھے ہم
وہ دن بھی تھے۔ کہ راہ وہ اپنی بدل گئے — جیسے کہ ایک غول سر رہ گزر تھے ہم
وہ دن بھی تھے۔ کہ رنجش پیہم کے ساتھ ساتھ — مضطر ادھر وہ تھے تو پریشان ادھر تھے ہم
وہ دن بھی تھے۔ کہ خامشی عرض شوق پر — وہ بھی تھے شرمسار، پشیمان اگر تھے ہم
وہ دن بھی تھے۔ کہ معرکہ حسن و عشق میں — وہ تھے کڑی کمان، شکستہ سپر تھے ہم
وہ دن بھی تھے۔ کہ ان کی شبستان ناز میں — ہر کوئی بار یاب تھا۔ بیرون در تھے ہم
وہ دن بھی تھے۔ کہ نکہت گل کا نہ تھا دماغ — برگشتہ بہار چمن اس قدر تھے ہم
وہ دن بھی تھے۔ کہ اپنی اسیری پہ ناز تھا — اک شان بے نیازی پرواز و پر تھے ہم
وہ دن بھی تھے۔ کہ بانگ درا بھی تھی ناگوار — یاران تیز گام تھے اور ہم سفر تھے ہم
وہ دن بھی تھے۔ کہ وحشت دل سے تھے مطمئن — یعنی خلوص قلب سے شوریدہ سر تھے ہم
وہ دن بھی تھے۔ کہ زخم نہ ہوتے تھے مندمل — اور بے نیاز کش مکش چارہ گر تھے ہم
وہ دن بھی تھے۔ کہ فرصت یک دم نہ تھی نصیب — اک محشر خیال میں گم سر بسر تھے ہم
وہ دن بھی تھے۔ کہ ہم نے نہ دیکھے خوشی کے دن — ہر چند اعتبار غم معتبر تھے ہم
وہ دن بھی تھے۔ کہ ایک بجز مرگ ناگہاں — ہر تلخی حیات کے زیر اثر تھے ہم
وہ دن بھی تھے۔ کہ اپنے بھی آنکھیں چرا گئے — گرچہ متاع خویش تھے اہل ہنر تھے ہم

انگشت دوستاں کے بھی امجد ہدف ہیں اب
وہ دن بھی تھے کہ شہر میں عالی گہر تھے ہم

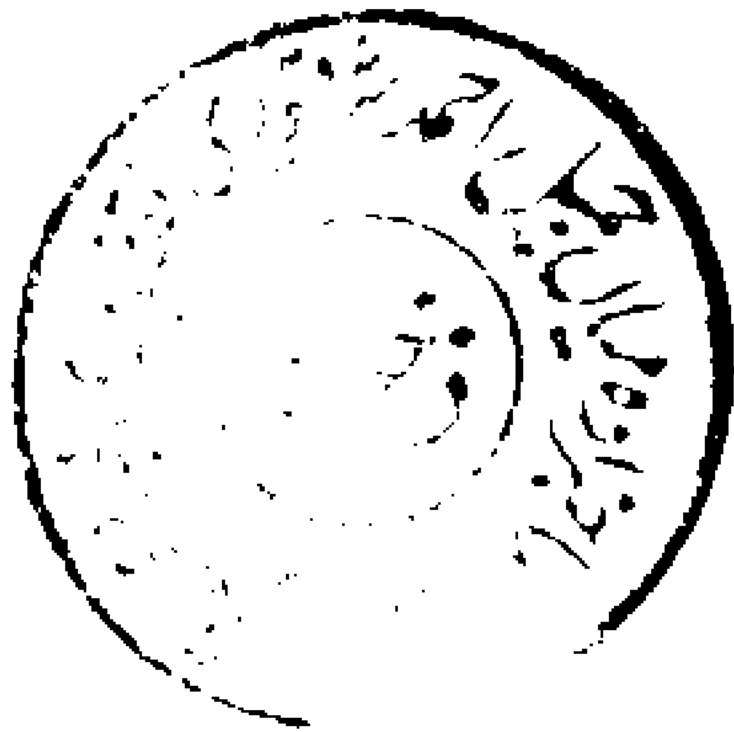
امجد مرزا جالندھری

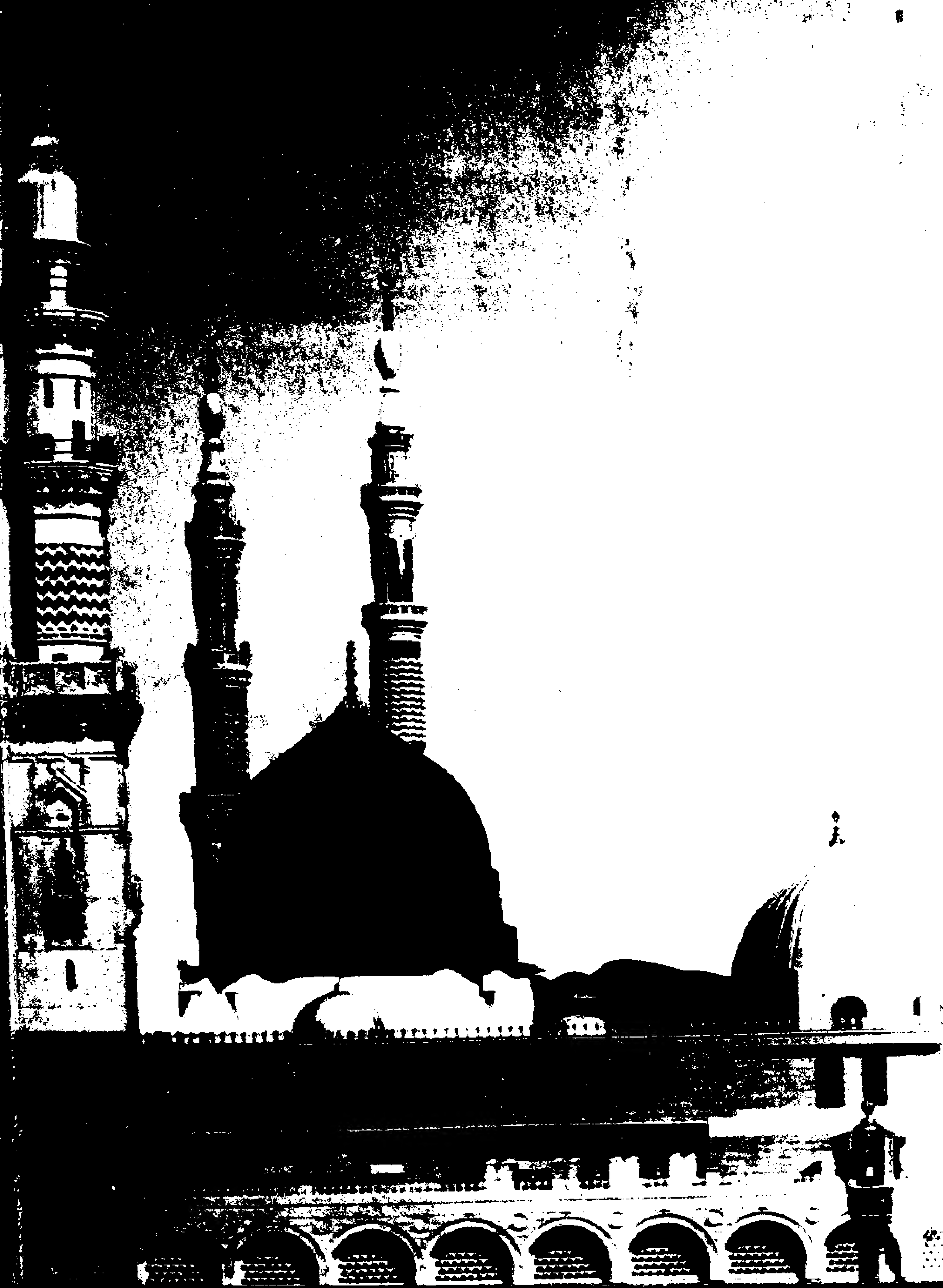
غزل

اب جان کو آئی ہے یہ انجمن آرائی — میں ایک تماشا ہوں دنیا ہے تماشائی
ہم آفت شہرت سے منہ موڑ کے آئے تھے — بدنام ہوا تو بھی اے گوشہ تنہائی
اس دور تشدد میں مجبور تھے ہم اتنے — جس نے بھی گلا گھونٹا کی اس کی پذیرائی
تمہید محبت کی بدحالی و محرومی — تکمیل محبت کی مایوسی و رسوائی
اس سایہ گردوں میں کھولے نہ کوئی آنکھیں — آنکھوں پہ بھی لگتی ہے اک تہمت گویائی
محراب حرم سے تو کترا کے گزر جاتے — تو نے ہی ڈبویا ہے اے ذوق جبیں سائی
نمرود کی آتش ہو فرعون کے ساحر ہوں — آئینہ دکھاتا ہے انجام من و مائی
کیا جان پہ گزری ہے مت پوچھ دم رخصت — جب جان سے گزرے تو پھر جان میں جاں آئی
دو دن کی جوانی پر اترائے نہ کوئی بھی — دو دن کی کہانی ہے رعنائی و زیبائی
جب ضعف دل وحشی یاد آتا ہے بھولے سے — پیری میں بھی ہوتی ہے محسوس توانائی
میں ان کے تعاقب میں بھاگا تو بہت لیکن — عقبےٰ بھی نہ ہاتھ آئی دنیا بھی نہ ہاتھ آئی
بھٹکا ہوا راہی ہوں میں راہ طریقت کا — کچھ کام نہیں آئی دانائی و بینائی

اس درگہ عالی میں پہنچے ہیں منوب ہی
اک تم ہی رہے امجد سودائی کے سودائی

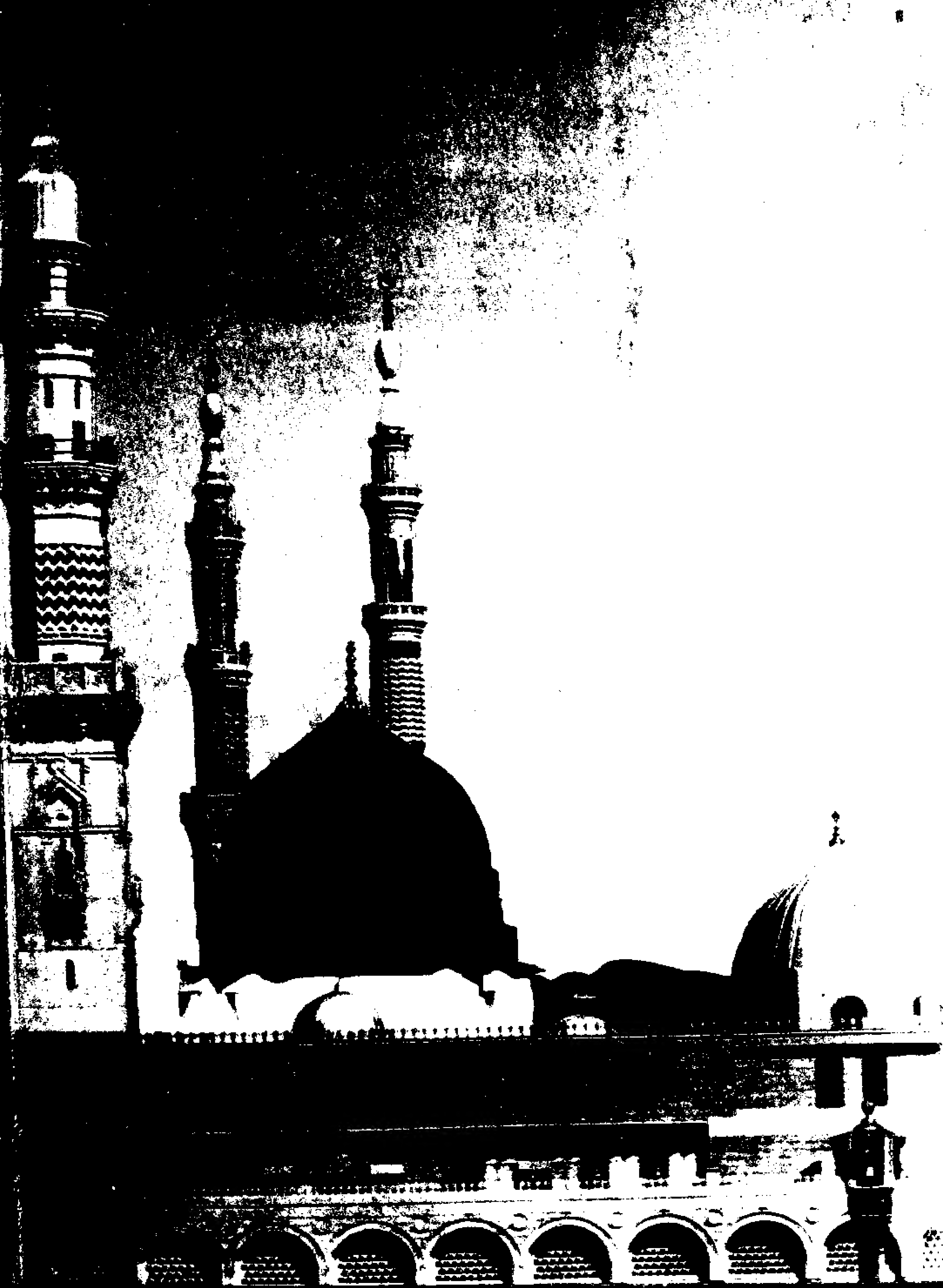
امجد میرزا جالندھری





تالیف: حضرت مرزا محمد امجد بیگ دامت برکاتہ، نقشبندی مجددی فضلی

خلیفہ مجاز حضرت خواجہ حافظ اللہ بچایاؒ نقشبندی مجددی فضلی



تالیف: حضرت مرزا محمد امجد بیگ دامت برکاتہ، نقشبندی مجددی فضلی

خلیفہ مجاز حضرت خواجہ حافظ اللہ بچایاؒ نقشبندی مجددی فضلی